

نرمی کرنے والے کے لیے نرمی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ فِي بَيْتِي هَذَا: «اللَّهُمَّ! مَنْ وَلِيَ مِنْ أُمَّرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشُقُّ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أُمَّرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ»

[مسلم: ۱۸۲۸ و ۱۹]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ میرے اس گھر میں فرما رہے تھے: اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا گیا پھر وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی کر، اور جو شخص میری امت کے کسی کام کا نگران ہوا پھر ان سے نرمی سے پیش آیا تو تو بھی اس پر نرمی کر۔“

اعمالِ خیر اور جہاد

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ، وَبِرَسُولِهِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، جَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا» فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا تُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَسَأَلُوهُ الْفَرْدُوسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ: وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرَ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ» قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ: وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ [بخاری: ۲۷۹۰]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اُسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پر اُ رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگوں کیوں کہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔ یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں یوں کہا کہ اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ محمد بن فلیح نے اپنے والد سے و فوقہ عرش الرحمن ہی کی روایت کی ہے۔“

فہرست

1	نرمی کرنے والے کے لیے نرمی	جواہر پارے
2	اعمالِ خیر اور جہاد	کلمۂ طیبہ
5	”اُن جیسے“ ہونے سے بچیں (حافظ احمد شاکر)	اداریہ
7	لغوی تفسیر کے قواعد و ضوابط ③ (حافظ محمد شہباز حسن)	علوم تفسیر
12	توفیق الباری (۵۰) (نواب صدیق حسن)	درسِ حدیث
14	التاسیس فی مسئلۃ التدلیس ③ (آخری) (حافظ زبیر علی زئی)	علوم حدیث
22	جو حکم الہی کے مطابق فیصلہ نہ کرے! (ترجمہ: حافظ ابو یحییٰ)	عقائد و ایمانیات
26	رسول اللہ کی پہاڑ سے کود جانے کی خواہش (ابن بشیر الحسینی)	تحقیق و تنقید
30	آئینی طور پر پارلیمنٹ خود مختار ادارہ ہے (عطا محمد جنوعہ)	نقطۂ نظر
32	قاری عبدالحق رحمانی (ابو عمر عبدالحجی ملتستانی)	بیادِ رفتگان
35	(قاری نعیم الحق نعیم)	شعر و ادب

سودا

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾ [التوبة: ۱۱۱]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لیے ہیں کہ انھیں جنت ملے گی، وہ مسلمان اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور اس طرح (محارب کفار کو) یہ مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں۔“

دنیا و ما فیہا سے افضل

عَنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
«لَعَدُوَّةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا» [بخاری: ۲۷۹۲]

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں سے سب سے بہتر ہے۔“

15 تا 9 فروری 2007ء..... (148)..... 20 محرم الحرام 1427ھ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ (دعا میں) یہ کہا کرتے تھے:
«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْآرْبَعِ: مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ» [سنن ابن ماجہ، رقم: ۳۸۳۷]

”اے الہی! میں چار چیزوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں:

- ① اُس علم سے جو نفع بخش نہ ہو،
- ② اُس دل سے جس میں خشوع نہ ہو،
- ③ اُس نفس سے جس کی بھوک ختم نہ ہو،
- ④ اور اُس دعا سے جو قبول نہ ہو۔“

”اُن جیسے“ ہونے سے بچیں

حافظ احمد شاہ

اداریہ

ہر مکتب و مسلک کے علمائے کرام محرابوں میں، خطبائے عظام منبروں پر اور مفتیان شرع متین اپنی مسندوں پر یہ فرماتے اور فتویٰ جاری کرتے تھکتے نہیں کہ

”جو حاکم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں، ظالم ہیں، فاسق ہیں۔“

لیکن ماضی کو بھولتے اور چھوڑتے ہوئے موجود حالات اور حکومت میں ان سب سیاست آلود مذہبی جماعتوں بلا استثنائے مسلک و مذہب اور ان کے راہنماؤں کے رویے اور جدوجہد کا مقصد صرف اور صرف اقتدار کا حصول نظر آتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے قرب قیامت کی علامت یا (بعض بزرگمذہب و رشتہ الانبیاء یعنی) علمائے کرام کے بارے میں جو فرمایا ہے کہ ”یقروئون القرآن لا یتجاوز عن تراقیبہم“ یعنی وہ قرآن (تو) پڑھیں گے لیکن وہ قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان دینی راہنماؤں کو اس حدیث مبارک کا مصداق کیوں قرار نہیں دیا جاسکتا؟

ہمارے ذہن میں یہ تلخ و ترش خیال علمائے کرام کی سیاست میں موجود تنگ و تاژدیکھ کر آئے کہ مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں تو اسلام نے سپریم لاء قرآن و حدیث کو بنایا ہے جب کہ جمہوریت کے نزدیک آئین سازی کا اختیار اسمبلی کو ہے کہ جو چیز اسمبلی پاس کر دے گی وہی قانون ہوگا جب کہ سیاست خصوصاً اقتدار میں شامل تمام علماء و مفتیان اس جمہوریت کی حفاظت یا حصول میں کوشاں ہیں جو آئین سازی کا حق صرف اسمبلی کو دیتی ہے۔ جب کہ موجودہ حکومت حقیقی جمہوریت کے دعوے کے ساتھ بڑے دھڑلے سے احکام شرعیہ کا استخفاف کر رہی ہے بلکہ بسا اوقات استہزاء سے بھی گریز نہیں کرتی۔ مثلاً: ہمارے حاکموں کے مختلف اوقات کے یہ بیانات اخبارات میں آچکے ہیں:

”جن لوگوں کو بے پردگی اچھی نہیں لگتی وہ آنکھیں بند کر لیں۔“ یا ”جو لوگ مخلوط دوڑ میرا تھن ریس کو اچھا نہیں جانتے وہ نہ دیکھیں۔“ یا ”بسنّت ضرور منائیں گے۔“ جشن بہاراں کے نام پر حکومت کی سرپرستی میں شرم ناک مخلوط اجتماعات استخفاف کے نمایاں مظہر ہیں۔

”حقوق نسواں“ کو سرکاری مفتیان و مفتیان عین قرآن و سنّت کے مطابق قرار دے رہے ہیں جب کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء اس کی بعض شقوں کو مضبوط دلائل کے ساتھ اس قانون کو قرآن و سنّت کے صریح مخالف ثابت کر چکے ہیں جو مختلف اخبارات و رسائل میں طبع بھی ہو چکے ہیں۔ حقوق نسواں میں قرآن و سنّت کی صریح مخالفت ہو جانے پر حکومت نے تو کیا متاثر ہونا تھا اسمبلی کے علماء اراکین نصوص صریحہ کے اس واضح عدم احترام پر استغفہ دینے کی بجائے رکنیت کے ٹیرے کو بایں دلیل ہاتھ سے نہیں چھوڑ رہے کہ اگر ہم استغفہ دے دیں گے تو حکومت اپنے من پسند اراکین منتخب کروا کر یہ بل پاس اگر چاہا تو وہ پاس بھی ہو چکا ہے کروا کر اپنا مقصد پورا کر لے گی۔ لیکن ان حضرات کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ آپ جو دین کے نام پر یہاں تک پہنچے ہیں عند اللہ اس کی سزا یا عتاب سے توفیق جائیں گے۔ لیکن افسوس کہ یہ بھولے بھالے علماء بکار خویش خوب ہوشیار ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں۔

سورج کو اب ہم چراغ کیا دکھائیں لیکن دینی ذمہ داری جانتے ہوئے ذہن میں آنے والی سورت نساء کی آیت ۱۱۴ کے نصف کا ترجمہ ہم نقل کرتے ہیں لیکن احتراماً آدھی آیت! اس سے اگلے حصہ کے ترجمے تک علمائے کرام خود ہی رسائی پالیں گے۔

”اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہو رہا ہے اور ان

کی ہنسی اڑائی جاتی ہے ان کے پاس مت بیٹھو تا آن کہ وہ لوگ اور باتیں کرنے لگیں ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو جاؤ گے۔“ الخ.....
قرآن حکیم، کتاب مبین کے اس واضح حکم کے بعد سینٹ، قومی اور صوبائی اسمبلی کے علماء اراکین کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرنا ہم ضروری جانتے ہیں کہ وہ اپنی جدوجہد اور تگ و تاز پر غور کریں اور ان کو اپنے ووٹ دینے والوں کے اعتماد اور عند اللہ جواب دہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا مقصد متعین کرنا چاہیے کہ مبادا وہ..... علماء..... بھی کہیں ان..... حاکموں..... جیسے نہ ہو جائیں۔ اعادنا اللہ

معفرت کا ذریعہ

کسی اور ملک کا تو یہ نہیں وطن عزیز میں گزشتہ تین چار دہائیوں سے حکمران طول اقتدار کے لیے عوام کو کسی نہ کسی شغل میں بہلا کر اپنے اقتدار کی عمر بڑھانے کی پالیسی پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ بھٹو مرحوم نے روٹی، کپڑا اور مکان کے عوامی نعرے کے علاوہ قومی اثاثے ہتھیا نے اور پبلک اثاثے قومیا نے کی دل کش سیاسی پالیسیاں رائج کرنے کے ساتھ ساتھ عوام کو بھنگڑے اور لڈیوں کے شور و غوغے میں مشغول رکھا اور عرصہ اقتدار طولانی کرتے رہے۔ ضیاء الحق مرحوم نے کرکٹ میں عوام کو یوں الجھایا کہ کرکٹ ڈپلومیسی کی اصطلاح ایجاد ہو گئی، نیز انھوں نے ۱۴ اگست کو اتنی اہمیت دی کہ بعض دسترخوانیوں کی طرف سے چودہ اگست کے روز دو نفل شکرانے کے مشورہ جات بھی ان دنوں اخبارات میں آنے لگے تھے جن کا مقصد صرف قرب شاہی تھا، وہ تو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ عوام اس سیاسی نیکی سے بچ گئے، اس کے بعد جناب نواز شریف نے نہ جانے کس مصلحت یا افادیت کی وجہ سے بسنت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جن کے دیکھا دیکھی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے حکمرانوں تک رسائی کے لیے اس کو ایک کامیاب میٹھی بنالیا۔ جس میں دھیرے دھیرے مغربی کلچر اور بے دین معاشرے کی تمام قباحتیں شامل ہوتی چلی گئیں اور ساتھ ہی ساتھ انسانی جبلت یعنی ہر صورت فتح یاب ہونے کے لیے مسابقت یعنی باہمی مقابلہ بازی کو اس طرح ہوا دی کہ پتنگ بازی کے لیے مہلک کیمیائی ڈوریں اور دھاتی تاریں استعمال ہونے لگیں جس سے سینکڑوں گلے کٹنے لگے اور یہ بسنت ایک نام نہاد تفریحی کھیل کی بجائے ایک خونی کھیل کی شکل میں نمایاں ہونے لگی۔

موجودہ حکومت کہ جس کا منشا ہی لادینیت تھی، اس نے بسنت میں باقی ماندہ سینات کو شامل کر کے اسے ایک جشن اور عیش کوٹی کا مشغلہ بنانے کے ساتھ ساتھ اس میں عورتوں مردوں کی مخلوط دوڑ کو شامل کر دیا۔ اب ضلعی اور صوبائی حکمران حاکم اعلیٰ کی لبرل پالیسیوں کی تائید اس حد تک کرنے لگ گئے ہیں کہ ان کے انداز ہائے تملق سے گھن آنے لگی ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے علی الرغم اب پنجاب حکومت نے ضلعی حکومت کو بسنت منانے کی باقاعدہ اجازت دے دی ہے۔ مگر مراد آبادی نے شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا تھا کہ

پیتا بغیر اذن کے کب تھی میری مجال پس پردہ چشم یار کی شہ پا کے پی گیا

اب نہ جانے شہہ دینے والا کوئی مغربی عشوہ طراز ہے یا مشرق کا کوئی حسن ملج۔ لیکن حکومت کو سوچنا چاہیے کہ عدالت عظمیٰ کے فیصلوں کا احترام اگر حکمران ہی نہ کریں گے تو حکومتی کارندے کرپٹ عناصر اور جرائم پیشہ گروہ کیسے کریں گے؟ یہ بات بھی پریس میں متعدد بار بلکہ ہر سال آتی ہے کہ بسنت کا تعلق ایک گستاخ رسول ہندو کی پھانسی کے ساتھ ہے۔ حکومت کی خدمت میں یہ نکتہ ذکر کرنے یا دہرانے کی ضرورت اس لیے بھی نہیں کہ لبرل ازم شاید مذہب کو ہر انسان کا ذاتی مسئلہ قرار دیتا ہے لیکن بحیثیت مسلمان ہم کو یہ ضرور سوچنا اور غور کرنا چاہیے کہ ہم اگر گستاخ رسول سے منسلک تہوار کو لبرل ہو کر منائیں تو پھر کیا ہوا ہمارے نظریہ پاکستان کو، کہاں گیا ہمارا دین، کہاں گیا ہمارا ایمان اور کہاں گئے حب رسول ﷺ کے دعوے؟ آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے کہ ”جب تک میں کسی کے نزدیک اُس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں اس وقت تک وہ مومن نہیں ہو سکتا۔“ جس کو مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے بیان کیا ہے کہ

جب تک نہ کٹ مروں میں خواجہ بیٹرب کی عزت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

غازی علم دین کوئی ماضی بعید کی تاریخ تو نہیں اس کو ابدی حیات کس جذبے نے بخشی؟ بسنت کی معاشرتی خرابی اور خوں ناک اگر حکمرانوں کے دل میں کوئی کسک پیدا نہیں کرتی تو رسالت مآب فداہی و امی ﷺ کی محبت ہی کی لاج رکھ لیں شاید اللہ تعالیٰ اسی محبت کو معفرت کا ذریعہ بنا دے۔

لغوی تفسیر کے قواعد و ضوابط

حافظ محمد شہباز حسن (لیکچرر: یو۔ ای۔ ٹی)

فصل چہارم:

معانی کے استنباط کا قاعدہ

یہ قاعدہ بھی تحمل نصوص الكتاب علی معهود الامیین فی الخطاب سے متعلق ہی ہے۔ اس قاعدے کو بھی مفسرین نے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے۔ اس قاعدے کو خالد بن عثمان السبت نے تفسیر ابن جریر، الموافقات فی اصول الشریعہ اور تفسیر القاسمی کی روشنی میں یوں بیان کیا ہے:

”القرآن عربی فیسلک بہ فی الاستنباط والاستدلال مسلک العرب فی تقریر معانیہا۔“

[قواعد التفسیر: ۱/ ۲۳۲]

”قرآن عربی ہے، اس لیے استنباط و استدلال میں معنی مقرر کرنے کے لیے عرب کا انداز اختیار کیا جاتا ہے۔“

مفسر کے لیے ضروری ہے کہ اس کو کلام عرب کی وضع اور خصائص کی معرفت ہو، اس قاعدے سے یہی مقصود ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عرب عام لفظ سے مخاطب ہوتے ہیں تو اس سے مراد عام اور ظاہر ہی ہوتا ہے اور بعض دفعہ عام اور ظاہر لفظ سے مراد عام ہوتا ہے اور خاص بھی اسی میں داخل ہوتا ہے۔ لفظ بعض اوقات ظاہر ہوتا ہے مگر سیاق و سباق سے اس کا غیر ظاہر پر

محمول کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا علم شروع کلام میں، درمیان میں یا پھر آخر میں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک چیز کے کئی نام ہوتے ہیں (اس کے لیے کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں) یا ایک اسم کے معانی زیادہ ہوتے ہیں۔“ [الرسالة، ص: ۵۲]

شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”جو شخص اس چیز سے غافل رہے اور وضع لغوی کا لحاظ رکھے بغیر صرف عقل سے قرآنی الفاظ کے معانی متعین کرنے لگے تو اس کے فہم نے لغزش کھائی اور وہ شخص حق اور درست موقف سے کنارہ کش ہو گیا۔“ [الموافقات: ۲/ ۶۵، ۶۶]

اس قاعدے کی چند مثالیں

ذیل میں اس قاعدہ کو واضح کرنے کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

مثال نمبر (۱):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَصَيَّنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا طَحَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط وَحَمَلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ط حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً لَقِيَ رَبَّ أَوْزَعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَتِي وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ط إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ [الاحقاف: ۱۵]

”ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے، ماں نے تکلیف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور تکلیف اٹھا کر اس کو جنم دیا، اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے ہے (جس میں دو قمری سال انتہائی مدت رضاعت کے ہیں اور مدت حمل کے چھ مہینے کم از کم ہیں) یہاں تک کہ وہ اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس عمر ہوئی تو کہنے لگا، اے میرے رب! مجھے ایسی توفیق عطا فرما کہ میں تیرے اس احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جن سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی لائق (درست) کر دے، میں نے تیری درگاہ میں توجہ کی اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔“

یہاں ﴿بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً﴾ میں اشد سے مراد بلوغت ہے یا تینتیس برس کی جوانی، بعض مفسرین نے اشد سے ۳۳ سالہ عمر مراد لی ہے اور بعض نے اس سے حلم (بلوغت) مراد لیا ہے۔ طبری کہتے ہیں:

اشد سے قوت کا پورا ہونا اور کسی شخص کا مضبوطی کو پہنچنا مراد ہے اور یہ ۳۳ سال کی عمر میں ہوتا ہے اور ۳۳ سال کو ہی اشد سے زیادہ مشابہت ہے کیوں کہ بلوغت کے وقت آدمی اپنی قوت کے کمال اور مضبوطی کی انتہا کو نہیں پہنچتا۔

”فلمن العرب اذا ذكرت مثل هذا من الكلام فعطفت ببعض على بعض جعلت كلا الوقتين قريبا أحدهما من صاحبه۔“

”عرب جب اس قسم کا کلام کرتے ہیں کہ ایک کا عطف دوسرے پر کرتے ہیں تو دونوں اوقات کو قریب قریب رکھتے ہیں۔“ (ان میں زیادہ فرق نہیں ہوتا)

جیسا کہ اللہ جل ثناءہ نے فرمایا:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلَاثِي إِلِيلٍ وَ

نُصْفَهُ وَثُلَاثُهُ﴾ [المزمل: ۲۰]

”آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ ایک تہائی رات سے کچھ کم، آدھی رات یا ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں۔“ عرب کبھی یوں نہیں کہیں گے:

”أنا أعلم أنك تقوم قريبا من ساعة من الليل أو كله۔“

”میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ تقریباً ایک گھنٹہ یا ساری رات قیام کرتے ہیں۔“

اور نہ عرب اس طرح کہتے ہیں:

”أخذت قليلا من مال أو كله۔“

”میں نے تھوڑا سا یا سارا مال لیا ہے۔“

بلکہ ایک عرب کہے گا:

میں نے اپنا اکثر یا سارا مال لے لیا ہے۔ یہی انداز اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً﴾ میں اختیار کیا جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چالیس کا سیاق پندرہ یا اٹھارہ سال کی بنسبت تینتیس کے ساتھ زیادہ بہتر اور قرین قیاس ہے جب ایک کو دوسرے کے قریب ذکر کرنا مقصود ہو۔

[تفسیر طبری: ۱۲/۲۶]

مثال نمبر (۲):

بنی اسرائیل کو جب ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کئی سوالات کیے۔ ان سوالات میں سے ایک سوال اس کے رنگ کے بارے میں بھی تھا جس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جواب دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءٌ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ

النَّظِيرِينَ﴾ [البقرة: ۶۹]

”فرمایا: وہ کہتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہے۔ چمکیلا اور دیکھنے والوں کو بھلا لگنے والا رنگ ہے۔“

امام ابن جریر نے صفراء کی تفسیر میں دو اقوال ذکر کیے ہیں۔ بعض نے اس سے شدید سیاہ رنگ مراد لیا ہے جب کہ دوسروں نے کہا ہے کہ اس کے سینک اور کھر زرد ہوں گے۔ میں (یعنی ابن جریر طبری) سمجھتا ہوں کہ جس نے صفراء سے سیاہ رنگ کی گائے مرادی ہے اس نے اونٹوں کا وصف گائے میں مراد لیا ہے کیوں کہ جب اونٹوں کے بارے میں کہنا ہو کہ وہ سیاہ رنگ کے ہیں تو کہا جاتا ہے:

هذه ابل صفر اور هذه ناقة صفراء

اونٹوں کے بارے میں اس قسم کے جملوں میں صفر اور صفراء سے سیاہ رنگ کے اونٹ مراد لیے جاتے ہیں (نہ کہ سیاہ رنگ کی گائے۔ مقالہ نگار) سیاہ اونٹوں کو صفراء اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی سیاہی زردی مائل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں عربوں کے ہاں سیاہ رنگ کی صفت فاقع (چمکیلا) ہونے سے بیان نہیں کی جاتی۔ جب کالا سیاہ مراد لینا ہو تو عرب اس کے لیے فاقع کی بجائے حلوک (تخت سیاہ) کی صفت لاتے ہیں۔ مثلاً: عرب یوں بولیں گے:

”أسود حالک وحانک وحلوک وأسود غریب

ودجوجی۔“

(کالا سیاہ، کالا جنگ، انتہائی کالا) عرب سیاہ رنگ کی شدت بیان کرنے کے لیے یوں نہیں کہتے ہیں:

هو أسود فاقع (وہ سیاہ چمکیلا ہے) بلکہ یوں کہتے ہیں: هو أصفر فاقع (وہ زرد بھڑکیلا ہے) تو زرد رنگ کو فاقع (چمکیلا ہونے) سے متصف کیا تو جن لوگوں نے صفراء فاقع لونہا سے سوداء شديدة السواد (کالے سیاہ رنگ کی گائے) مراد لی ہے یہ ان کے خلاف واضح دلیل ہے۔

[تفسیر طبری: ۱/ ۲۷۳، ۲۷۴]

ابن کثیر اس گائے کے رنگ صفراء فاقع لونہا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”دوسرے سوال کے جواب میں اس کا رنگ بیان کیا گیا کہ وہ

زرد اور چمکدار رنگ کی ہے جو دیکھنے والوں کے دل کو بہت پسند آئے۔ بعض نے کہا مراد تخت سیاہ رنگ ہے لیکن اول قول ہی صحیح ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ہم یوں کہیں کہ اس کی شوخی اور چمکی پن سے وہ مثل کالے رنگ کے لگتا تھا۔“ [حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم، تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۶۹، ط: ۲۰۰۳ء، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور]

مثال نمبر (۳):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّبِعُوا الْحَقَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

”جج اور عمرے کو اللہ کے لیے پورا کرو۔“

شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اتموا (پورا کرو) کے الفاظ سے بعض کو یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جج کرنا واجب (فرض) نہیں کیوں کہ اس کا تذکرہ یہاں نہیں کیا گیا تو کہا جائے گا:

جج ادا کرنے کی بجائے پورا کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ جج تو وہ اسلام سے پہلے بھی ادا کرتے تھے لیکن انہوں نے بعض شعائر میں رد و بدل کر دیا تھا اور بہت سا حصہ انہوں نے شعائر سے کم کر دیا تھا جیسے وقوف عرفہ اور اس جیسی دیگر چیزیں جن میں انہوں نے تغیر و تبدل پیدا کر دیا تھا تو ان کو پورا کرنے کا حکم دیا۔“

[الموافقات: ۳/ ۳۵۱]

مثال نمبر (۴):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۱۵۸]

”صفا اور مروہ اللہ کی نشانیں میں سے ہیں۔ بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرنے والے پر ان کا طواف (سعی) کر لینے میں بھی کوئی

گناہ نہیں۔ اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ
قدردان ہے۔“

﴿فَلَا جُنَاحَ﴾ کے الفاظ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صفا و مروہ کی سعی ضروری نہیں۔ عاصم بن سلیمان کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صفا اور مروہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

”کنا نرى أنهما من أمر الجاهلية فلما كان الإسلام أمسكنا عنهما فأنزل الله تعالى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ [صحیح بخاری، کتاب التفسیر: ۶۵، تفسیر سورۃ البقرۃ، باب: ۲۱، فی قوله تعالى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ، ح: ۴۹۶، نیز دیکھیے، ح: ۱۶۴۸]

”اسے ہم جاہلیت کے کاموں میں سے سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو ہم ان کی سعی سے رک گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ یعنی بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس ان کی سعی کرنے میں حج اور عمرہ کے دوران کوئی گناہ نہیں۔“

اسی نوعیت کا سوال عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ انہوں نے یہ پوچھا کہ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ کی

روشنی میں آپ کا کیا خیال ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ کوئی ان کی سعی نہ بھی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہونا چاہیے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”كَلَّا! لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهْلُونَ لِمَنَاةَ، وَكَانَتْ مَنَاةَ حَدَوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوا يَحْرَجُونَ أَنْ يَطَّوَّفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ [ایضاً، ح: ۴۹۵]

”جس طرح تمہارا خیال ہے، ایسے ہرگز نہیں، اگر مسئلہ اسی طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو تو آیت اس طرح ہوتی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ إِلَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا یعنی اگر طواف نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی (اسلام سے پہلے) انصار منات بت کے نام سے احرام باندھتے تھے، یہ بت مقام قدید میں رکھا ہوا تھا اور انصار صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے سعی کے متعلق آپ (ﷺ) سے پوچھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ ”صفا اور مروہ بے شک اللہ کی یادگار چیزوں میں سے ہیں، سو جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی بھی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان (سعی) کرے۔“

مثال نمبر (۵):

☆..... شعری برج جوزاء کے پیچھے ایک چمک دار ستارے کا نام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ خزاعہ کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری قسمتیں یہ ستارہ نہیں بلکہ وہ خدا بناتا ہے جو اس کا رب ہے۔ (محمد عبیدہ الفلاح، اشرف الجواشی، ص: ۶۳۰، شیخ محمد اشرف ناشران قرآن مجید و تاجران کتب، نیو انارکلی لاہور)

ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشُّعْرَىٰ﴾ ☆

[النجم: ۴۹]

”وہی شعری کا رب ہے۔“

شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وہ شخص اس آیت کو نہیں سمجھ سکتا جو اس چیز کو نہ جانتا ہو کہ اس مقام پر شعری کی تخصیص کیوں کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ شعری اور تمام اشیاء کا رب ہے تو ہم کہیں گے اس ستارے کے لیے وجہ تخصیص اس لیے ہے کہ بعض عرب اس کی عبادت کرتے تھے اور وہ خزاعہ تھے۔ عرب اس کے علاوہ کواکب کی عبادت نہیں کرتے تھے۔“

[الموافقات: ۳/۳۵۲]

الفاظ کا مفہوم لغت عرب کے مطابق

معانی کے استنباط کے لیے شاطبی رحمہ اللہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”کل معنی مستنبط من القرآن غیر جار علی اللسان العربی، فلیس من علوم القرآن فی شیء۔“

[ایضاً: ۳/۳۹۱، علامۃ الشام جمال الدین القاسمی نے اس قاعدہ کو شاطبی کی موافقات کے حوالے سے ذکر کر کے کافی شرح و بسط سے

بیان کیا ہے، دیکھیے: تفسیر القاسمی: ۱/۶۳-۷۸]

”ہر وہ معنی و مفہوم جو قرآن سے مستنبط کیا جائے عربی زبان کے مطابق نہ لیا گیا ہو۔ تو علوم القرآن میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔“

یہ قاعدہ معہود الامیین فی الخطاب کے قاعدے سے ہی ماخوذ ہے، اور اسی کے نتیجے میں رونما ہوتا ہے۔ اس قاعدہ کی روشنی میں ملحدین و زندیقین کے عقائد اور تفسیریں، نیز باطنی اور اشاری

تفاسیر باطل قرار پاتی ہیں۔ اسی طرح ہندسوں کی مدد سے کی جانے والی تفاسیر بھی غلط قرار پاتی ہیں۔ معنی و مفہوم کے غلط استنباط کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

مثال نمبر (۱):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ﴾

[آل عمران: ۱۳۸]

”یہ بیان ہے لوگوں کے لیے، ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔“

اس آیت کریمہ میں فرقہ بیانیہ کے بانی بیان بن سمعان

النہدی نے بیان سے مراد خود کو لیا ہے۔ [الموافقات: ۳/۳۹۱]

حالاں کہ ہذا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس بیان کا ذکر قرآن کر رہا ہے جو عہد نبوی میں موجود تھا جب کہ بیان بن سمعان تو بہت بعد میں پیدا ہوا (لہذا ”ہذا بیان“ میں بیسان کو بیان بن سمعان کا اپنے اوپر چسپاں کرنا ناممکن ہے کیوں کہ اس آیت کے نزول کے وقت وہ ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بیان بن زریق کے بارے میں ابن عمیر کہتے ہیں:

اس کو خالد بن عبد القری نے قتل کیا اور اس کو آگ میں جلا دیا۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں یہ بیان بن سمعان النہدی ہے جو بنی تمیم سے ہے۔ عراق میں پہلی صدی ہجری کے بعد ظاہر ہوا، علی (رضی اللہ عنہ) کی الوہیت کا قائل تھا۔“ [حافظ شہاب

الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی،

لسان المیزان: ۲/۶۹، ط: ۲، ۱۹۷۱ء/ ۱۳۹۰ھ۔

مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔ لبنان]



توفیق الباری

لترجمة الأدب المفرد للبخاری

”الأدب المفرد“ کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسهیل: حافظ عبد الوحید

بَابُ الرَّفْقِ فِي الْمَعِيشَةِ

۲۱۸۔ معیشت میں نرمی کرنے کا بیان

۴۷۷۔ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: أُمْسِكْ حَتَّى أَخِيطَ نَقَبِي، فَأُمْسِكْتُ، فَقُلْتُ: يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ! لَوْ خَرَجْتُ فَأَخْبَرْتُهُمْ لَعَدَوْهُ مِنْكَ بُخْلًا، قَالَتْ: أَبْصِرْ شَأْنَكَ إِنَّهُ لَا جَدِيدَ لِمَنْ لَا يَلْبَسُ الْخَلْقَ -

”کثیر بن عبید کہتے ہیں: میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انھوں نے کہا: ذرا پکڑو میں اپنا نقاب سی لوں۔ میں نے پکڑے رکھا پھر میں نے کہا: اے ام المؤمنین! اگر میں باہر جا کر لوگوں کو بتاؤں (کہ آپ باوجود فرانی کے کپڑوں کو پیوند لگاتی ہیں) تو وہ اسے آپ کا بخل شمار کریں گے؛ انھوں نے فرمایا: چھوڑو، اپنا کام کرو! حقیقت یہ ہے کہ جس نے اپنا پرانا کپڑا انہیں پہنا وہ نیا بھی نہیں پہن سکتا۔“ [یعنی اگر ہمیشہ نیا کپڑا ہی پہننے کی عادت ہو رہے گی تو اسراف کا عادی ہو جائے گا اور اسراف سے جب دولت جاتی رہے گی تو نیا کپڑا کہاں سے پہنے گا؟ (فضل اللہ الصمد فی شرح الادب المفرد)]

بَابُ مَا يُعْطَى الْعَبْدُ عَلَى الرَّفْقِ

۲۱۹۔ باب: آدمی کو نرمی پر عطا ہوتا ہے

۴۷۸۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفْقَ وَيُعْطَى عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطَى عَلَى الْعُنْفِ»

”عبد اللہ بن مغفل فرموا بیان کرتے ہیں کہ اللہ نرم خو ہے، نرم خوئی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو عطا کرتا ہے سختی پر نہیں عطا کرتا.....“

۴۷۹۔ وعن يونس، عن حميد مثله -

”یونس عن حمید کے طریق سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔“

بَابُ التَّسْكِينِ

۲۲۰۔ باب: سکون پہنچانے کا

۴۸۰۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

«يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَكِّنُوا وَلَا تُنْفِرُوا»

”انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے، کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: آسانی کرو، مشکل میں نہ ڈالو، اور تسکین دے، نفرت نہ دلاؤ۔“

۴۸۱۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: نَزَلَ ضَيْفٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ وَفِي الدَّارِ كَلْبَةٌ لَهُمْ فَقَالُوا: يَا كَلْبَةُ! لَا تَنْبَحِي عَلَى ضَيْفِنَا، فَصَحَنَ الْجَرَاءُ فِي بَطْنِهَا، فَذَكَرُوا لِنَبِيِّ لَهُمْ فَقَالَ: إِنَّ مِثْلَ هَذَا كَمَثَلِ

أُمَّةٌ تَكُونُ بَعْدَكُمْ يَغْلِبُ سَفَهَاؤُهَا عُلَمَاءُهَا
 ”عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں: بنی اسرائیل میں (سے کسی کے ہاں) ایک مہمان آ گیا، گھر میں ایک کتیا تھی۔ (گھر والوں نے) کہا: اے کتیا! ہمارے مہمان پر مت بھولنا، تو اُس کے پیٹ سے پتی چلائی۔ انھوں نے اس کا ذکر اپنے نبی ﷺ سے کیا تو انھوں نے کہا: ”اس کی مثال اُس امت جیسی ہے جو تمہارے بعد ہوگی، اُس کے نادان لوگ علماء کو مغلوب کر لیں گے۔“

خاندہ: اس آخری زمانے میں اس مثال کے مصداق کا ہر جگہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔

بَابُ الْخُرُقِ

۲۲۱۔ سخت گیری کا بیان

۴۸۴۔ عَنْ عَائِشَةَ تَقُولُ: كُنْتُ عَلَى بَعِيرٍ فِيهِ ضَعُوبَةٌ فَجَعَلْتُ أَضْرِبُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَلَيْكَ بِالرِّفْقِ فَإِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يَنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ»

”عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ میں اونٹ پر سوار تھی جس میں کچھ دشواری (سختی) تھی، میں اُسے مارنے لگی، اس پر حضرت ﷺ نے فرمایا: «عَلَيْكَ بِالرِّفْقِ» نرمی اختیار کرو؛ کیوں کہ نرمی ہر چیز کو مزین کر دیتی ہے، اور جس چیز میں نرمی نہ ہو وہ عیب دار ہوگی۔“

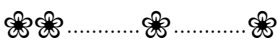
۴۸۳۔ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ: قَالَ رَجُلٌ مِّنَّا يُقَالُ لَهُ: جَابِرٌ أَوْ جُوَيْرٌ: طَلَبْتُ حَاجَةً إِلَى عُمَرَ فِي خِلَافَتِهِ فَأَتَيْتُهَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيْلًا فَعَدَوْتُ عَلَيْهِ وَقَدْ أُعْطِيتُ فِطْنَةً وَلِسَانًا أَوْ قَالَ: مَنْطِقًا فَأَخَذْتُ فِي الدُّنْيَا فَصَغَّرْتُهَا فَتَرَكْتُهَا لَا تَسُوِي شَيْئًا وَإِلَى جَنْبِهِ رَجُلٌ أَبْيَضُ الشَّعْرِ، أَبْيَضُ الثِّيَابِ،

فَقَالَ لِمَا فَرَعْتُ: كُلُّ قَوْلِكَ كَانَ مُقَارِبًا إِلَّا وَفُوعَكَ فِي الدُّنْيَا، وَهَلْ تَدْرِي مَا الدُّنْيَا؟ إِنَّ الدُّنْيَا فِيهَا بَلَاغُنَا أَوْ قَالَ: زَادُنَا إِلَى الْآخِرَةِ، وَفِيهَا أَعْمَالُنَا الَّتِي نُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، قَالَ فَأَخَذَ فِي الدُّنْيَا رَجُلٌ هُوَ أَعْلَمُ بِهَا مِنِّي، فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! مَنْ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي إِلَى جَنْبِكَ؟ قَالَ: سَيِّدُ الْمُسْلِمِينَ، أَبِي بَنْ سَعْدٍ -

”ابنِ عمر نے کہا: ہم میں ایک آدمی تھا جس کا نام جابر یا جوہر تھا، اُس نے کہا: مجھے عمر (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ خلافت میں اُن سے ایک کام تھا چنانچہ میں ایک رات مدینہ منورہ پہنچا اور صبح اُن کے پاس حاضر۔ مجھے (اللہ کی طرف سے) ذہانت اور قوت گویائی عطا ہوئی تھی، میں نے دنیا کا ذکر شروع کیا تو اُس کی خوب تحقیر کی اور اُسے ایسا کر دیا کہ وہ کچھ بھی نہ ہو۔ عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک سفید ریش شخص سفید کپڑے زیب تن کیے بیٹھا تھا، جب میں فارغ ہوا تو اُس نے کہا: تمہاری ہر بات تقریباً ٹھیک ہے سوائے اس کے جو تم نے دنیا پر تبصرہ کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا میں ہمارے لیے آخرت تک کا ساز و سامان ہے، اسی دنیا میں ہمارے اعمال ہیں جن کا آخرت میں بدلہ ملے گا۔ پس مجھ سے بڑھ کر ایک صاحب علم نے دنیا کا تذکرہ شروع کیا، میں نے پوچھا: امیر المؤمنین! یہ آپ کے پہلو میں بیٹھے صاحب کون ہیں؟ فرمایا: سید المسلمین ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ)

۴۸۴۔ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْأَشْرَةُ شَرٌّ»

”براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) نے مرفوعاً کہا: تکبر (بھی) بہت بڑا شر ہے۔“



التأسيس في مسألة التدليس

حافظ زبیر علی زئی

ہشیم بن بشیر الواسطی

آپ صحاح ستہ کے راوی اور ثقہ محدث ہیں۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں:

”قلت لهشيم مالك تدليس وقد سمعت ؟ قال :

كان كبيران يدلسان وذكر الأعمش والثوري“

إلخ۔ [العلل الكبير للترمذی ج ۲ ص ۹۶۶ و اسنادہ

صحیح ، التمهید ج ۱ ص ۲۵]

”میں نے ہشیم سے کہا: آپ کیوں تدلیس کرتے ہیں حالانکہ

آپ نے (بہت کچھ) سنا بھی ہے، تو انھوں نے کہا: دو بڑے

(بھی) تدلیس کرتے تھے یعنی اعمش اور سفیان۔“

ہشیم بن بشیر کے بارے میں خطیب نے بتایا ہے کہ وہ جابر

الجعفی (سخت ضعیف) سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

[تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۸۶، ۸۷]

فضل بن موسیٰ فرماتے ہیں:

”قيل لهشيم ما يحملك على هذا ؟ یعنی

التدليس ، قال : أنه أشهى شيء“ - [الكفايه

للخطيب ص ۳۶۱ و اسنادہ صحیح]

”میں نے ہشیم سے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو تدلیس پر

آمادہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا: یہ بہت مزیدار چیز ہے۔“

اس قسم کی متعدد مثالوں کی بنیاد پر اہل الحدیث کے بڑے

بڑے اماموں اور علماء نے ہشیم کو مدلس قرار دیا مثلاً:

(۱) یحییٰ بن معین (تاریخ ابن معین ، روایۃ

الدوری: ۴۸۸۱)

(۲) ابن عدی (الکامل ج ۷ ص ۲۵۹۸)

(۳) خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ۸۶/۱۴)

(۴) العجلی (کتاب الثقات : ۱۹۱۲ ، دوسرا نسخہ

۱۷۴۵)

(۵) ابن سعد (الطبقات الكبرى ج ۷ ص ۳۱۳ ،

۳۲۵)

(۶) الخلیلی (الارشاد فی معرفة علماء الحديث

۱۹۶/۱)

(۷) ابن حبان (الثقات ج ۷ ص ۵۸۷)

(۸) احمد بن حنبل (العلل ۹۲/۱ فقرہ: ۳۵۳،

۱۳۳/۱ فقرہ: ۶۳۰)

(۹) النسائی (سنن نسائی ج ۸ ص ۳۲۱ ح ۵۶۶۸)

(۱۰) الذہبی (میزان الاعتدال ۳۰۷/۴)

(۱۱) السيوطی (اسماء من عرف بالتدليس: ۶۱)

(۱۲) بخاری (التاريخ الصغير ۲/۲۱۱)

(۱۳) ابن المبارک (العلل الكبير للترمذی ۲/۹۶۶

وسندہ صحیح)

(۱۴) ابو محمود المقدسی (فی قصیدتہ: ۲)

(۱۵) ابن حجر العسقلانی (طبقات المدلسین:

۳/۱۱۱، التقریب: ۷۳۱۲)

(۱۶) العلائی (جامع التحصیل ص ۱۱۱)

(۱۷) الحاکم (معرفت علوم الحدیث ص ۱۰۵)

(۱۸) ابن العجمی (التبیین: ۸۲)

محدثین میں ہشتمی کی تدلیس کا انکار کرنے والا ایک بھی نہیں ہے۔ فیما أعلم

ابوالزبیر کی

آپ صحیح مسلم اور سنن وغیرہ کے ثقا راوی ہیں۔

سعید بن ابی مریم امام لیث بن سعد سے روایت کرتے ہیں:

”قدمت مکة فجئت أبا الزبير فرفع إلي كتابين

وانقلبت بهما، ثم قلت في نفسي: لو عاودته

بهما، فسألته أسمع هذا كله من جابر؟

فرجعت فسأله فقال: منه ما سمعت منه ومنه

ما حدثت عنه، فقلت: أعلم لي على ما سمعت،

فأعلم لي على هذا الذي عندي“۔ [الضعفاء

للعقيلي ج ۴ ص ۱۳۳، وسنده صحيح، تهذيب الكمال

للمزي مصور ج ۳ ص ۱۲۶۸، سير اعلام النبلاء ج ۵

ص ۳۸۲ تهذيب التهذيب ج ۹ ص ۳۹۲]

”میں مکہ آیا تو ابو الزبیر کے پاس گیا۔ انھوں نے مجھے دو

کتابیں دیں جنہیں لے کر میں چلا۔ پھر میں نے اپنے دل

میں کہا: اگر میں واپس جا کر ان سے پوچھ لوں کہ کیا آپ نے

یہ ساری احادیث جابر سے سنی ہیں (تو کیا ہی اچھا ہو؟) میں

واپس گیا اور پوچھا تو انھوں نے کہا: ان میں سے بعض میں

نے سنی ہیں اور بعض مجھ تک پہنچی ہیں بذریعہ تحدیث، میں

نے کہا: آپ نے جو سنی ہیں وہ مجھے بتادیں، تو انھوں نے اپنی

مسموع روایات بتادیں، اور یہ میرے پاس وہی ہیں۔“

حاکم کے علاوہ تمام محدثین نے ابو الزبیر کو مدلس قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں حاکم کے وہم کی تردید کر دی

ہے۔ لیث بن سعد کی ابو الزبیر سے روایت مصرح بالسماع سمجھی جاتی

ہے۔ اب ان محدثین میں سے بعض کے نام درج کئے جاتے ہیں

جو کہ ابو الزبیر کو مدلس قرار دیتے ہیں۔

(۱) ابو زرعه ابن العراقي (كتاب المدلسين: ۵۹)

(۲) ابن حزم اندلسی (المحلی ج ۷ ص ۴۱۹،

۳۶۴، الاحکام ج ۶ ص ۱۳۵)

(۳) الذهبي (الكاشف ۸۴/۳)

(۴) ابو محمود المقدسی (فی قصیدتہ)

(۵) ابن العجمی الحلبي (التبیین ص ۵۴)

(۶) ابن حجر (التقریب: ۶۲۹۱)

(۷) السيوطي (اسماء من عرف بالتدليس: ۵۳)

(۸) العلائی (جامع التحصیل ص ۱۰۱)

(۹) الخزر جي (الخلاصه ص ۳۶۰)

(۱۰) ابن ناصر الدين (شذرات الذهب ج ۷ ص

۱۷۵)

(۱۱) ابن التركماني (الجوهر النقي ج ۷ ص ۲۳۷)

(۱۲) ابن القطان (نصب الراية ج ۲ ص ۲۷۷، اشار

اليه) وغيرهم

ان ائمہ مسلمین کے علاوہ بھی بہت سے ثقہ راویوں کا مدلس ہونا

ثابت ہے، تفصیل کے لئے کتب مدلسین اور کتب اصول الحدیث کی

طرف مراجعت فرمائیں۔

تدلیس اور اس کا حکم

تدلیس کے بارے میں علماء کے متعدد مسالک ہیں۔

①..... تدلیس انتہائی بری چیز ہے۔ امام شعبہ نے کہا:

”لَا اَزْنِي اُحِبُّ اِلٰى مَنْ اَنْ اُدْلِسَ“

[الجرح والتعديل ۱/۱۷۳، وسندہ صحیح]

”میرے نزدیک تدلیس کرنے سے زنا کرنا زیادہ بہتر ہے۔“

یعنی تدلیس زنا سے بڑا جرم ہے۔

اسی طرح ایک جماعت مثلاً ابواسامہ اور جریر بن حازم وغیرہما سے

تدلیس کی سخت مذمت مروی ہے۔ [الکفایہ ص ۳۵۶، باسناد صحیحہ]

اس لئے بعض علماء کا یہ مسلک تھا کہ مدلس مجروح ہوتا ہے لہذا

اس کی ہر روایت مردود ہے چاہے مصرح بالسماع ہی کیوں نہ ہو۔

[جامع التحصیل ص ۹۸]

لیکن جمہور علمائے مسلمین نے یہ مسلک رد کر دیا ہے۔ دیکھئے

الکت علی ابن الصلاح (ج ۲ ص ۶۳۳) لابن حجر، ابن الصلاح

فرماتے ہیں: ”وهذا من شعبة افراط محمول على المبالغة في الزرمنه

والتفجير“ شعبہ کا یہ افراط، نفرت اور مخالفت کے مبالغہ پر محمول ہے۔

[مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقي ص ۹۸]

خود امام شعبہ مدلسین کی مصرح بالسماع روایات کو مانتے تھے۔

دیکھئے یہی مضمون ص ۹ وغیرہ چونکہ متعدد ثقہ علماء مثلاً قتادہ، ابواسحاق،

الاعمش، الثوری اور ابوالزبیر وغیرہم سے بالتواتر تدلیس ثابت ہے

(کمائر) لہذا ان کو مجروح قرار دے کر ان کی احادیث کو رد کرنے

سے صحیحین اور صحیح حدیث کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔ پھر زنادقہ، باطنیہ

اور ملاحدہ وغیرہم کے لئے تمام راستے کھلے ہیں، وہ قرآن مجید میں

جو چاہیں تاویل و تحریف کریں۔ دین پھر بازیچہ شیاطین بن جائے گا

۔ معاذ اللہ لہذا یہ مسلک سرے سے ہی مردود ہے۔

②..... تدلیس اچھی چیز اور جائز ہے یہ ہشیم کا مسلک ہے۔

یہ مسلک بھی مردود ہے۔

③..... تدلیس کرنے والا ”غش“ کا مرتکب ہے اور پوری

امت کو دھوکا دیتا ہے۔ لہذا وہ حدیث:

”من غشنا فليس منا“ [صحیح مسلم]

کی رو سے جماعت المسلمین سے خارج ہو جاتا ہے۔

[اصول حدیث ص ۱۳]

یہ مذہب مسعود احمد بن الیسٰی خارجی کا ہے، جو قطعاً مردود ہے۔

دھوکا دینا اگرچہ سخت گناہ ہے مگر دھوکا دینے والے کو کافر قرار

دینا اور مسلمانوں کی جماعت سے خارج کر دینا انتہائی غلط ہے۔

مسلمانوں کو گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا خارجیوں کا شعار ہے۔

[دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ بتحقیق احمد شاکر ص ۲۶۸، تحقیق الابانی ص ۳۵۶، الغنیہ للشیخ عبد

القادر جیلانی ج ۱ ص ۸۵، الفضل فی اعلل والا ہواء والخل لابن حزم ج ۳ ص ۲۲۹]

اہل السنۃ کا یہ مسلک ہے کہ ہر مرتکب کبیرہ مثلاً شرابی، زانی،

غاش اور چور وغیرہ کافر نہیں ہوتا، فاسق اور گنہگار ہوتا ہے۔ اس

سلسلہ میں تفصیلی دلائل کے لئے اہل السنۃ کی کتب عقائد کی طرف

مراجعت فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شرابی پر لعنت بھیجنے سے

منع فرمایا اور کہا:

”فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنْهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ“

”پس اللہ کی قسم، جو کچھ میں جانتا ہوں وہ یہی ہے کہ وہ اللہ

اور رسول سے محبت کرتا ہے۔“ [صحیح البخاری: ۶۷۸۰]

③..... جو شخص صرف ثقہ سے تدلیس کرے اس کا معنہ بھی

مقبول ہے۔

اس سلسلہ میں صرف ایک مثال سفیان بن عیینہ کی ہے۔

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں:

”وهذا ليس في الدنيا إلا لسفيان بن عيينة وحده،

فإنه كان يدلس، ولا يدلس إلا عن ثقة متقن“

[الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان ج ۱ ص ۹۰]

”اس کی مثال صرف سفیان بن عیینہ ہی اکیلے ہیں۔ کیونکہ

آپ تدلیس کرتے تھے مگر ثقہ متقن کے علاوہ کسی دوسرے

سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔“

امام دارقطنی وغیرہ کا بھی یہی خیال ہے۔

[سوالات الحاکم للدارقطنی ص ۱۷۵]

سفیان کے اساتذہ میں محمد بن عجلان، الاعمش اور سفیان ثوری وغیرہم ہیں، اور یہ سب تدلیس کرتے تھے لہذا ایک محقق، امام سفیان ابن عیینہ کے عینہ کو کس طرح آنکھیں بند کر کے قبول کر سکتا ہے؟ قارئین کی دلچسپی کے لئے سفیان کی ایک ”عن“ والی روایت پیش خدمت ہے جو کہ انتہائی ”منکر“ ہے۔

”سفیان بن عیینہ عن جامع بن ابی راشد عن ابی وائل قال قال حذیفہ“
کی سند کے ساتھ ایک حدیث میں آیا ہے:

”أن رسول الله ﷺ قال: ((لا إعتكاف إلا في المساجد الثلاثة)) إلخ۔ [مشکل الآثار للطحاوی ج ۴ ص ۲۰، السنن الكبرى للبيهقي ج ۴ ص ۳۱۶، سير اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۸۱ سنن سعيد بن منصور بحواله المحلى ج ۵ ص ۱۹۵، معجم الاسماعيلی بحواله الانصاف ص ۳۷]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں کے سوا اعتکاف (جائز) نہیں ہے۔“

ذہبی فرماتے ہیں: ”صحیح غریب عال“

”لأنصاف في أحكام الإعتكاف“ کے مصنف علی حسن عبد الحمید الحلی الاثری لکھتے ہیں:

”وإسناده على شرط البخاري“

[الانصاف ص ۳۱]

اس کی سند بخاری کی شرط پر ہے۔

تو عرض ہے کہ جب سفیان مدلس ہے تو اس کی معنعن روایت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے اور وہ بھی امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری کی شرط پر؟ اس بات سے کون سی دلیل مانع ہے کہ ابن عیینہ نے ابو بکر الہذلی جیسے متروک یا ابن جریج جیسے ثقہ مدلس سے یہ

روایت سن کر جامع بن ابی راشد سے بدون تصریح سماع منسوب کر دی ہو؟ لہذا حلی اثری صاحب کا اس حدیث کے دفاع میں اوراق سیاہ کرنا چنداں مفید نہیں ہے وہ سفیان کا اس روایت میں سماع ثابت کر دیں پھر سر تسلیم خم ہے۔ جب حدیث ہی صحیح نہیں تو پھر ”غریب“ اور عالی ہونا اسے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

⑤..... جو شخص کسی ضعیف یا مجہول وغیرہ سے تدلیس کرے (مثلاً سفیان ثوری اور سلیمان الاعمش وغیرہما) تو اس کی معنعن روایت مردود ہے۔

ابو بکر الصیر فی الدلائل میں کہتے ہیں:

”كل من ظهر تدليسه عن غير الثقات لم يقبل خبره حتى يقول حدثني أو سمعت“۔ [شرح الفیه

العراقی بالتبصرة والتذكرة ج ۱ ص ۱۸۳، ۱۸۴]

”ہر وہ شخص جس کی غیر ثقہ سے تدلیس ظاہر ہو اس کی صرف وہی خبر قبول کی جائے گی جس میں وہ حدیثی یا سمعت کہے۔“

یہی مسلک بزار وغیرہ کا بھی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے استثناء کے علاوہ تمام مدلسین اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں اور سفیان کے بارے میں بھی مفصل تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی اسی طبقہ سے ہیں لہذا ان کا عینہ بھی مردود ہے۔

⑥..... جس شخص کی تدلیس زیادہ ہوگی اس کی معنعن روایت ضعیف ہوگی ورنہ نہیں، یہ مسلک امام ابن المدینی (وغیرہ) کا ہے۔

[دیکھئے الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح]

عرض ہے کہ اگر کسی شخص کا مدلس ہونا ثابت ہو جائے تو وہ کون سی دلیل ہے جس کی رو سے اس کی معنعن روایت (جس کا شاہد یا متابع نہیں ہے) صحیح تسلیم کر لی جائے؟ لہذا یہ مسلک غلط ہے۔

④..... جو شخص ساری زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ تدلیس کرے اور یہ ثابت ہو جائے تو اس کی ہر معنعن روایت (جس کا شاہد یا متابع نہیں ہے) ضعیف ہوگی۔

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ومن عرفناه دلس مرة فقد أبان لنا عورته في روايته وليست تلك العورة بكذب فنزدها حديثه ولا النصيحة في الصدق فنقبل منه ما قبلنا من أهل النصيحة في الصدق فقلنا: لا نقبل من مدلس حديثاً حتى يقول فيه حدثني أو سمعت“۔

[الرسالة ص ۵۳ ط اميريه ۱۳۲۱ھ وبتحقيق احمد شاکر ص ۳۸۹، ۳۸۰]

”جس شخص کے بارے میں ہمیں علم ہو جائے کہ اس نے صرف ایک ہی دفعہ تدلیس کی ہے تو اس کا باطن اس کی روایت پر ظاہر ہو گیا۔ اور یہ اظہار جھوٹ نہیں ہے کہ ہم اس کی ہر حدیث رد کر دیں اور نہ خیر خواہی ہے کہ ہم اس کی ہر روایت قبول کر لیں جس طرح سچے خیر خواہوں (غیر مدلسوں) کی روایت ہم مانتے ہیں۔ پس ہم نے کہا: ہم مدلس کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک وہ حدثني یا سمعت نہ کہے۔“

میری تحقیق کے مطابق یہ مسلک سب سے زیادہ رائج ہے۔

صحیحین اور مدلسین

صحیحین میں متعدد مدلسین کی روایات اصول و شواہد میں موجود ہیں۔ ابو محمد عبدالکریم الحلی اپنی کتاب ”القدسح المعلى“ میں فرماتے ہیں:

”قال أكثر العلماء أن المعنعنات التي في الصحيحين منزلة بمنزلة السماع“۔ [التبصرة والتذكرة للعراقي ج ۱ ص ۱۸۶]

”اکثر علماء کہتے ہیں کہ صحیحین کی معنعن روایات سماع کے قائم مقام ہیں۔“
نووی لکھتے ہیں:

”وما كان في الصحيحين وشبههما عن المدلسين بعن محمولة على ثبوت السماع من جهة أخرى“۔ [تقريب النووي مع تدريب الراوى ج ۱ ص ۲۳۰]

”جو کچھ صحیحین (ومثلہما) میں مدلسین سے معنعن مذکور ہے وہ دوسری اسانید میں مصرح بالسماع موجود ہے۔“

یعنی صحیحین کے مدلس راویوں کی عن والی روایات میں سماع کی تصریح یا متابعت صحیحین یا دوسری کتب حدیث میں ثابت ہے۔ نیز [دیکھئے النکت علی ابن الصلاح للحافظ ابن حجر العسقلانی، ج ۲ ص ۶۳۶]

طبقات المدلسین

حافظ ابن حجر نے مدلسین کے جو طبقات قائم کئے ہیں وہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ مثلاً سفیان ثوری کو حافظ صاحب نے طبقہ ثانیہ میں درج کیا ہے اور حاکم صاحب المستدرک نے الثالثہ میں (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۵، ۱۰۶ جامع التحصیل ص ۹۹) حسن بصری کو حافظ صاحب ثانیہ میں لائے ہیں اور العلانی ثالثہ میں (جامع التحصیل ص ۱۱۳) سلیمان الأعمش کو حافظ صاحب ثانیہ میں لائے ہیں۔ (طبقات المدلسین ص ۶۷) اور پھر اس کی عن والی روایت کے صحیح ہونے کا انکار بھی کیا ہے۔ [التلخیص الحبیر ج ۳ ص ۱۹]

بلکہ حق وہی ہے جو امام شافعی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ ہمارے نزدیک جن راویوں پر تدلیس کا الزام ہے ان کے دو طبقے ہیں:

(۱)..... طبقہ اولی: ان پر تدلیس کا الزام باطل ہے۔ تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مدلس نہیں تھے۔ مثلاً ابوقلابہ وغیرہ۔ [دیکھئے النکت للعسقلانی ج ۲ ص ۶۳۷]

لہذا ان کی عن والی روایت (معاشرت و لقاء کی صورت میں) مقبول ہے۔

(۲)..... طبقہ ثانیہ: وہ راوی جن پر تدلیس کا الزام ثابت ہے مثلاً قتادہ، سفیان ثوری، اعمش، ابو الزبیر، ابن جریج اور ابن عیینہ وغیرہم۔

ان کی ہر معین روایت (جس میں کہیں بھی تصریح سماع نہ ملے) عدم متابعت اور عدم شواہد کی صورت میں مردود ہے۔ لهذا ما عندي والله أعلم بالصواب

خاتمہ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بات پر ائمہ اہل الحدیث کا اجماع ہے کہ فن تدلیس ایک حقیقت والا فن ہے اور ثقہ راویوں نے تدلیس کی ہے جس کی وجہ سے ان کی عدالت ساقط نہیں ہوئی بلکہ وہ زبردست صادق اور ثقہ امام تھے۔ تاہم ان کی غیر مصرح بالسماع روایات صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں میں ساقط الاعتبار ہیں۔ تدلیس اور فن تدلیس کو ”بے حقیقت فن“ قرار دینا صرف مسعود احمد بی ایس سی خارجی کا نرا المذہب ہے۔

[دیکھئے اصول حدیث ص ۱۵]
یہ شخص اپنے خارجی بھائیوں کی طرح گناہ کبیرہ کے مرتکب کو جماعت المسلمین سے خارج سمجھتا ہے۔ [دیکھئے اصول حدیث ص ۱۳]
یعنی ایسا شخص اس کے نزدیک کافر ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خوارج اور ان کے گمراہ کن عقائد سے بچائے۔ آمین
تدلیس اور محدثین کرام

اب آخر میں بطور اختصار ان محدثین کرام کے حوالے پیش خدمت ہیں جنہوں نے ثقہ و صدوق راویوں کو مدلس قرار دیا ہے:

①..... شعبہ بن الحجاج البصری (متوفی ۱۶۰ھ)

”کفیتکم تدلیس ثلاثہ: الأعمش وأبي إسحاق وقتادة“ - [مسألة التسميه لمحمد بن طاهر المقدسي ص

۴۷ وسنده صحيح]

②..... ابو عاصم النبیل ضحاک بن مخلد (متوفی ۲۱۲ھ)

”نری أن سفیان الثوري إنما دلّسه عن أبي حنيفة“ - [سنن الدارقطني ۳/ ۲۰۱ ح ۳۴۲۳ وسنده صحيح]

③..... ہشیم بن بشیر الواسطی (متوفی ۱۸۳ھ)

”کان کبیران یدلسان و ذکر الأعمش والثوري“

[العلل الكبير للترمذی ۲/ ۹۶۶ وسنده صحيح]

④..... محمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶ھ)

”وکان حمید الطویل یدلس“

[العلل الكبير للترمذی ۱/ ۳۷۶]

⑤..... یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ)

”کان سلیمان التیمی یدلس“

[تاریخ ابن معین، رواية الدورى: ۳۶۰۰]

⑥..... محمد بن سعد بن منیع الباشمی (متوفی ۲۳۰ھ)

”هشيم بن بشير... وکان ثقة كثير الحديث ثبتاً

یدلس كثيراً“ - [طبقات ابن سعد ۷/ ۳۱۳]

⑦..... ابو حاتم الرازی (متوفی ۲۷۷ھ)

”الأعمش ربما دلّس“ [علل الحديث ۱/ ۱۴ ح ۹]

⑧..... احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)

”قد دلّس قوم، وذكر الأعمش“ [سوالات

المروزی: ۱، تاریخ بغداد: ۱/ ۲۳۰، وسنده صحيح]

⑨..... محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری (متوفی ۳۱۱ھ)

”أن الأعمش مدلس“

[كتاب التوحيد لابن خزيمة ص ۳۸]

⑩..... محمد بن حبان البستی (متوفی ۳۵۴ھ)

”فإن قتادة... والأعمش والثوري وهشيمًا كانوا

یدلسون“ [صحیح ابن حبان، الاحسان ۱/ ۸۵

دوسرا نسخہ ۱/ ۱۵۴]

⑪.....يعقوب بن سفيان الفارسي (متوفى ٢٤٧هـ)

”إلا أنهما وسفيان يدلسون والتدليس من قديم“ - [كتاب المعرفة والتاريخ ٦٣٣/٢]

”أنهما“ أي أبا إسحاق السبيعي والأعمش -

⑫.....ابن عدي الجرجاني (متوفى ٣٦٥هـ)

”ويوجد في بعض أحاديثه منكر إذا دلس في حديثه عن غير ثقة“ - [الكامل ٧/٢٥٩٨، دوسرا

نسخه ٨/٤٥٦]

⑬.....احمد بن عبدالله بن صالح الجبلي (متوفى ٢٦١هـ)

”هشيم بن بشير... واسطي ثقة وكان يدلس“

[معرفة الثقات: ١٩١٢]

⑭.....احمد بن الفرات بن خالد، أبو مسعود الرازي (متوفى

٢٥٨هـ)

”كان ابن جريج يدلسها عن إبراهيم بن أبي

يحي“ [سوالات البرذعي ص ٧٤٣]

⑮.....ابو نعيم الفضل بن دكين الكوفي (متوفى ٢١٨هـ)

”وكان سفيان إذا تحدث عن عمرو بن مرة بما

سمع يقول: حدثنا وأخبرنا، وإذا دلس عنه

يقول: قال عمرو بن مرة“ [تاريخ دمشق لابی زرة

الدمشقي: ١١٩٣ وسنده صحيح]

⑯.....محمد بن فضيل بن غزوان (متوفى ١٩٥هـ)

”كان المغيرة يدلس فكنا لا نكتب عنه إلا ما قال

حدثنا إبراهيم“ [مسند علي بن الجعد ١/٤٣٠ ح

٦٦٣ وسنده حسن، دوسرا نسخه: ٦٤٤]

⑰.....علي بن عمر الدارقطني (متوفى ٣٨٥هـ)

”وقتادة مدلس“ [الالزامات والتتبع ص ٢٦٣]

⑱.....ابو عبد الله الحاكم النيسابوري (متوفى ٣٠٥هـ)

”قتادة على علوقه يدلس“

[المستدرک ١/٢٣٣ ح ٨٥١]

⑲.....ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي (متوفى ٣٠٣هـ)

”وهشيم بن بشير كان يدلس“

[السنن المجتبى ٨/٣٢١ ح ٥٦٨٩]

⑳.....عبد الله بن المبارك المروزي (متوفى ١٨١هـ)

قال: ”قلت لهشيم مالك تدلس وقد سمعت“

[العلل الكبير للترمذی ٢/٩٦٦ وسنده صحيح]

”آپ تدلیس کیوں کرتے ہیں اور آپ نے (بہت سی

حدیثیں) سنی ہیں؟“

㉑.....ابن حزم اندلسی (متوفى ٢٥٦هـ)

”لأن أبا الزبير مدلس“

[المحلى ٧/٣٦٤ مسألة: ٩٧٥]

㉒.....ابو يعلى الخليلي (متوفى ٢٣٦هـ)

”هشيم - وكان يدلس“ [الارشاد ج ١ ص ١٩٦]

㉓.....حافظ ذہبی (متوفى ٢٨٧هـ)

”قتادة بن دعامة السدوسي حافظ ثقة ثبت لكنه

مدلس“ [ميزان الاعتدال ٣/٣٨٥]

㉔.....احمد بن محمد بن سلامة الطحاوي (متوفى ٣٢١هـ)

”وهذا الحديث أيضًا لم يسمعه الزهري من

عروة، إنما دلس به“ [شرح معاني الآثار ١/٧٢]

㉕.....خطيب بغدادی (متوفى ٣٦٣هـ)

”لم يثبت من أمر ابن الباغندي ما يعاب به سوى

التدليس ورأيت كافة شيوخنا يحتجون بحديثه

ويخرجونه في الصحيح“ [تاريخ بغداد ٣/٢١٣ ح

١٢٥٨]

㉖.....احمد بن الحسين البهقي (متوفى ٢٥٨هـ)

”ولهذا الحديث أحد ما يخاف أن يكون من تدليسات محمد بن إسحاق بن يسار...“

[السنن الكبرى ١/ ٣٨]

(٢٤).....الضياء المقدسي (متوفى ٢٣٣ هـ)

”ولعل ابن عيينة ... أويكون دلسته“

[المختارة ١٠/ ١٧٢]

(٢٨).....ابو الحسن علي بن محمد بن عبد الملك عرف ابن القطان

الفاقي (متوفى ٢٢٨ هـ)

”و معنعن الأعمش غرضة لتبيين الإنقطاع فإنه

مدلس“ [بيان الوهم والايهام ٢/ ٤٣٥ ح ٤٤١]

(٢٩).....ابو الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي (متوفى

٨٠٦ هـ)

”تدليس الإسناد ... كالأعمش“ [الفية العراقية

ص ٣١، فتح المغيث ١/ ١٧٩]

(٣٠).....ابوزرع احمد بن عبد الرحيم العراقي (متوفى ٨٢٦ هـ)

”كتاب المدلسين“ مطبوع ہے۔

(٣١).....اسماعيل بن كثير دمشقي (متوفى ٤٤٣ هـ)

”والتدليس ... كالسفيانين والأعمش“

[اختصار علوم الحديث ١/ ١٧٤ نوع ١٢]

(٣٢).....صلاح الدين خليل بن كيكلي الديلمي (متوفى

٤٦١ هـ)

”فمن عرف بالتدليس عن الضعفاء كما بن

إسحاق وبقية وأمثالهما لم يحتج من حديثه إلا

بما قال فيه حدثنا وسمعت وهذا هو الراجح“

[جامع التحصيل ص ٨٠]

(٣٣).....السيوطي الحنفي (متوفى ٨٣١ هـ)

”كتاب التبيين لأسماء المدلسين“ مطبوع ہے۔

(٣٤).....ابن حجر العسقلاني (متوفى ٨٥٢ هـ)

طبقات المدلسين (تعريف اهل التدليس) مطبوع ہے۔

(٣٥).....ابو محمود المقدسي (متوفى ٦٥٥ هـ)

قصيدة المدلسي في المدلسين مطبوع ہے۔

(٣٦).....يحيى بن شرف النووي (متوفى ٦٤٦ هـ)

”والأعمش مدلس“ [شرح صحيح مسلم، درسی

نسخه ج ١ ص ٧٢ تحت ح ١٠٩، دوسرا نسخه ٢/ ١١٩]

(٣٧)..... بدر الدين محمود العيني (متوفى ٨٥٥ هـ)

”سفيان كان يدلس“

[عمدة القاری ١/ ٢٢٣]

(٣٨).....ابن الترمكاني (متوفى ٤٣٥ هـ)

”الثوري مدلس وقد عنعن“

[الجواهر النقي ٨/ ٢٦٢]

(٣٩).....ابن ماكولا، حافظ علي بن هبة الله (متوفى ٢٤٥ هـ)

”وكان الخطيب ربما دلسته“

[الاكمال ٧/ ١١٧]

(٤٠).....ابن الجوزي (متوفى ٥٩٤ هـ)

”وبقية كان يدلس“ [العلل المتناهية ١/ ٤٤ ح ٤١]

یہ چالیس حوالے اہل حدیث اور غیر اہل حدیث علماء کے ہیں

جن کے نزدیک بعض ثقہ و صدوق راوی مدلس بھی ہوتے ہیں۔ ان

کے علاوہ اور بہت سے علماء مثلاً کرمانی، قسطلانی، ابن الصلاح

نخزرجی اور سیوطی وغیرہ نے راویوں کو مدلس کہا ہے لہذا اس پر اجماع

ہے کہ فن تدلیس ایک حقیقت ہے اور ثقہ و صدوق راوی کذاب نہیں

ہوتا بلکہ اس کی مصرح بالسماع روایت صحیح و جہت ہوتی ہے۔

والحمد لله، وما علينا إلا البلاغ

❀.....❀

جو حکم الہی کے مطابق فیصلہ نہ کرے!

(ترجمہ) حافظ ابو یحییٰ محمد اعجاز ساقی

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ علماء یا امراء کی بات مانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام یا حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینا تین صورتوں پر مشتمل ہے:

پہلی صورت

①..... اگر اس کے لیے حق کی معرفت ممکن ہو لیکن وہ جان بوجھ کر سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرے تو گنہگار ہوگا کیوں کہ علم نہ ہونے کی صورت میں اہل علم سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔

②..... اگر وہ نہ عالم ہو اور نہ اس کو سیکھنا اس کے بس میں ہو اور بلا سوچے سمجھے ان کی بات مان لیتا ہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے حکم کی تعمیل کر لی۔ اس صورت میں اسے معذور سمجھا جائے گا۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«إِنَّ مَنْ أَفْتَى بِغَيْرِ عِلْمٍ فَإِنَّمَا اِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ»

[سنن ابی داؤد: ۳۶۵۷، جامع بیان العلم لابن عبد البر:

۱۶۲۵، مشکل الآثار: ۱/ ۱۷۰، حاکم: ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴

①..... جب وہ کتاب وسنت سے ہٹ کر فیصلہ کرنے کو جائز

سمجھے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾ [المائدة: ۵۰]

”کیا تم جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہو؟“

جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے خلاف ہو، وہ جاہلیت کا فیصلہ ہے اور اس کی دلیل اجماع قطعی ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف فیصلہ جائز نہیں۔ اب جو کوئی کتاب وسنت کے خلاف فیصلہ کو درست اور جائز سمجھے، وہ مسلمانوں کے اجماع قطعی کا مخالف اور کافر و مرتد ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ کوئی شخص زنا اور شراب کو حلال یا دودھ اور روٹی کو حرام قرار دے دے۔

②..... جب وہ غیر اللہ کے فیصلہ کو اللہ کے فیصلہ کی طرح سمجھے۔

③..... جب وہ غیر اللہ کے فیصلہ کو اللہ کے فیصلہ سے بہتر خیال کرے۔ اس کی دلیل قرآن کریم کے یہ الفاظ ہیں:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوفُّونَ﴾

[المائدة: ۵۰]

”یقین کرنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہے؟“
اس آیت مبارکہ میں اللہ کے حکم کو سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے:

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحُكَمِينَ﴾ [التين: ۸]

”کیا اللہ سب سے بہتر حاکم نہیں ہے؟“

جب اللہ تعالیٰ ”احکم الحاکمین“ ہے تو غیر اللہ کے فیصلے کو اللہ کے فیصلے کی مثل یا اس سے بہتر کہنے والا کافر ہو جائے گا کیوں کہ وہ قرآن کریم کی تکذیب کر رہا ہے۔

ظلم کی صورت

جب وہ اللہ کے فیصلہ کو سب سے بہتر فیصلہ سمجھے، اسے بندوں کے لیے مفید ترین اور واجب الاتباع سمجھے لیکن محکوم علیہ (جس شخص کے لیے فیصلہ کیا جا رہا ہے) کے بغض و عناد کی وجہ سے کتاب وسنت

اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت سے ہٹ کر فیصلے کرنے والوں کے تین مختلف اوصاف بیان فرمائے ہیں:

①..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ كُفِرُوا بِكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [المائدة: ۴۴]

”جو قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ کافر ہیں۔“

②..... اور فرمایا:

﴿وَمَنْ كُفِرُوا بِكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [المائدة: ۴۵]

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ كُفِرُوا بِكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [المائدة: ۴۷]

یعنی دوسری اور تیسری آیت میں بالترتیب ظالم اور فاسق کہا گیا ہے۔ اب یہاں اہل علم کا اختلاف ہے:

✽..... بعض علماء کے نزدیک یہ تمام اوصاف ایک ہی شخص کے ہیں، کیوں کہ کافر، ظالم بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [البقرة: ۲۵۴]

”اور کافر ہی ظالم ہیں۔“

اسی طرح کافر، فاسق بھی ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ﴾ [السجدة: ۲۰]

”فاسق لوگوں کا ٹھکانہ آگ ہے۔“

یعنی انھوں نے کفر کیا ہے۔

✽..... دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تینوں متعدد لوگوں کی صفات ہیں اور یہ حکم کے مطابق صادق آئیں گی۔ یہی بات رائج ہے۔

کفر کی صورتیں

تین حالتوں میں کافر ہو جائے گا۔

کے خلاف فیصلہ کر دے، اس صورت میں وہ ظالم ہوگا۔

فسق کی صورت

جب وہ خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ کر کتاب و سنت کے خلاف فیصلہ کر بیٹھے، درآں حالیکہ وہ اللہ کے فیصلے کو حق سمجھتا ہو، یعنی غیر اللہ کی محبت میں یہ کام کرتا ہے نہ کہ اللہ کے فیصلے کو ناپسند کرتے ہوئے اور نہ کسی کو ایذا دیتے ہوئے، اس صورت میں وہ فاسق ہوگا۔

مثال کے طور پر وہ ایسا فیصلہ رشوت یا محکوم علیہ کا قریبی یا دوست ہونے کی وجہ سے کرتا ہے۔ حالاں کہ اس کا اعتقاد ہے کہ اللہ کا فیصلہ ہی سب سے بہتر ہے اور واجب الاتباع ہے یہ فاسق ہوگا۔ اگرچہ اسے ظالم بھی کہا جاسکتا ہے لیکن فاسق کہنا ہی بہتر ہے۔

قانون ساز لوگوں کے بارے میں حکم

جو شخص قوانین وضع کرتا ہے، اگر وہ ایسا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا علم بھی رکھتا ہو اور وہ ان قوانین کو اللہ کے فیصلے کے خلاف بھی سمجھتا ہو، تو اس نے ان قوانین کے ذریعے شریعت کو بدلنا چاہا ہے، لہذا وہ کافر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی شریعت سے بے زنجی اسی وقت برتے گا جب وہ اپنے بنائے ہوئے قوانین کو مخلوق کے لیے اللہ کے قانون سے بہتر خیال کرے گا۔ اس وقت ہم اسے کافر کہیں گے یعنی اس کام نے اسے کفر تک پہنچا دیا۔ لیکن بسا اوقات قانون ساز معذور ہوتا ہے، مثلاً اسے دھوکے سے کہا جائے کہ یہ اسلام کے مخالف نہیں ہے یا مصالحِ مرسلہ میں سے ہے یا یہ ان امور میں سے ہے جن کا اختیار اسلام نے لوگوں کو دیا ہے۔

عبادات اور معاملات دونوں شریعت ہیں

ایسے علماء بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ امورِ معاملات کا دین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ہر زمانے میں جو اصولِ معیشت کو درست کریں، وہی صحیح ہیں، جب حالات کا تقاضا ہو سودی بینک بنا لیں یا

لوگوں سے ٹیکس لے لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس موقف کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ علماء اگرچہ مجتہدین تھے اللہ ان کو معاف فرمائے۔ ورنہ وہ بہت بڑی غلطی پر تھے ان کو علمائے امت نہیں علمائے دولت کہنا چاہیے۔

بلاشبہ شریعت انسان اور رب کے درمیان ”عبادات“ اور انسان اور مخلوق کے درمیان ”معاملات“ کا مجموعہ ہے، لہذا شریعت ہر لحاظ سے کامل ہے۔ فرمانِ الہی ہے:

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ [المائدة: ۳]

”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔“

اب کیسے کہا جاسکتا ہے کہ معاملات کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں؟ حالاں کہ قرآن کریم کی سب سے لمبی آیت معاملات کے بارے میں ہی نازل ہوئی اگر معاملات کے بارے میں دین کے احکام نہ ہوتے تو لوگ فساد کا شکار ہو جاتے۔

حق کی معرفت میں تدبر

میں یہ نہیں کہتا کہ فقہاء کے ہر قول کو لیا جائے کیوں کہ کبھی ان کی رسائی درستی تک ہو جاتی ہے اور کبھی غلطی بھی کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہم پر اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کی تعمیل واجب ہے۔ کوئی ایسی صورت حال نہیں جو لوگوں کو پیش آئے مگر قرآن و سنت میں اس کے اشکال کا ازالہ اور حل موجود نہ ہو، لیکن غلطی کم علمی یا کم فہمی کی وجہ سے ہوتی ہے، یہ قصور ہے۔

بعض اوقات غلطی کم تدبر کی وجہ سے ہوتی ہے، اسے تفصیر کہا جائے گا۔ جب انسان کو علم، فہم اور حق تک پہنچنے کے لیے محنت کی توفیق دے دی جائے تو وہ حق تک پہنچ ہی جاتا ہے، حتیٰ کہ معاملات کو بھی سمجھ لیتا ہے۔ فرمانِ رب تعالیٰ ہے:

﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ﴾ [النساء: ۸۲]

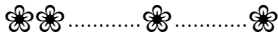
”کیا تم قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے؟“

پر۔ قرآن نے اسے واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔

مصالح کی حقیقت

جو شخص خلاف شریعت قوانین وضع کر کے ان کو مصالحِ مرسلہ کا نام دے، وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیوں کہ مصالحِ مرسلہ اور مقیدہ اگر شریعت کے مطابق ہوں اور شریعت ان پر دلالت کرے تو وہ حق ہیں اور شریعت کا حصہ ہیں۔ لیکن اگر وہ شریعت کے مطابق نہ ہوں تو ممکن ہی نہیں کہ وہ مصالحِ ہوں۔

صحیح بات یہ ہے کہ کسی دلیل کا نام مصالحِ مرسلہ نہیں سوائے اس کے کہ جس کا شریعت اعتبار کرے، وہ مصلحت ہے اور جس کی شریعت نفی کرے، وہ مصلحت نہیں۔ ہاں! جس سے شریعت خاموشی اختیار کرے، اس میں رخصت ہے۔



اور فرمایا:

﴿اَقْلَمُ يَدَبَرُّوْا الْقَوْلَ﴾ [المؤمنون: ۶۸]

”کیا انھوں نے بات پر غور نہیں کیا؟“

نیز فرمایا:

﴿كُتِبَ اَنْزِلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبْرَكًا لِّدَبَرُوْهُ اٰلَيْتِهٖ﴾

”یہ کتابِ مبارک ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں۔“ [ص: ۲۹۰]

اسی طرح فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنٰ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تَبٰیۡنًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾

”ہم نے آپ کی طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے۔“ [النحل: ۸۹]

یعنی ہر وہ چیز جس کی انسان کو ضرورت ہے، دینی یا دنیوی طور

ضرورت برائے خادم مسجد

جامع مسجد قدس اہل حدیث، رحمان گلی نمبر ۵، چوک دانگراں لاہور کے لیے مختی، متشرع دو عدد خدام کی فوری ضرورت ہے۔ معقول معاوضہ کے علاوہ رہائش، میڈیکل اور طعام کی سہولت بھی میسر ہوگی۔

[حافظ عبدالغفار روپڑی: 042-7656730]

[شہادت طور، منیجر دفتر: 0300-4583187]

ضرورت رشتہ

لڑکا عمر ۲۶ برس، تعلیم بی اے، دینی رحمان اور مسلک اہل حدیث پر کاربند ہے، ذاتی کاروبار ہے۔ اس کے لیے دین دار گھرانے سے ہم عمر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں، دینی گھرانہ ہی کافی ہے۔

[رابطہ فون: 042-7149937]

رسول اللہ ﷺ کی پہاڑ سے کود جانے کی خواہش!

امام زہری رحمہ اللہ سے منقول ایک قصے کی تحقیق

ابن بشیر الحسینوی (ضلع قصور)

تنبیہ

①..... امام ابن کثیر نے یہ قصہ امام زہری سے صحیحین کے حوالے سے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جو صحیح نہیں۔ کیوں کہ یہ قصہ تو صرف صحیح بخاری [رقم: ۶۹۸۲] کے تحت معلق مروی ہے۔ اس کا وجود صحیح مسلم میں نہیں ہے۔

شیخ البانی نے اس غلطی کی طرف ان الفاظ سے تنبیہ کی ہے:

”فَعَزَّوُ الْحَافِظُ ابْنَ كَثِيرٍ فِي تَفْسِيرِ الْحَدِيثِ بِهَذِهِ الزِّيَادَةِ لِلشَّيْخَيْنِ فِيهِ نَظَرٌ بَيِّنٌ -“

[الضعيفة: ۵۱/۳]

امام ابن کثیر کا تفسیر الحدیث میں اس روایت کی زیادتی کو شیخین کی طرف منسوب کرنا محل نظر ہے۔

②..... امام لا لکائی رحمہ اللہ نے بھی یہ قصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرف منسوب کیا ہے جو غلط ہے۔ جس روایت میں یہ قصہ مذکور ہے وہ روایت تو صحیح مسلم میں بھی ہے لیکن اس قصہ کی زیادتی صرف بخاری نے تعلیقاً نقل کی ہے امام مسلم نے نقل نہیں کی۔

قصہ کی حقیقت

یہ قصہ دراصل امام زہری کا کلام ہے جو سند اور متن کے لحاظ سے باطل اور منکر ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس قصے میں یہ الفاظ ہیں:

مترجم حافظ عبدالستار الحمد صاحب رحمہ اللہ نے ”مترجم مختصر صحیح بخاری: ۵۲/۱“ میں فوائد کے تحت ”عون الباری: ۵۲/۱“ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ فقرہ وحی ”بندش وحی“ کے زمانہ میں صرف نزول قرآن مؤخر ہوا تھا، حضرت جبرائیل کی آمد و رفت منقطع نہیں ہوئی تھی اور جب کبھی آپ پہاڑ پر اپنے آپ کو گرا دینے کے ارادہ سے چڑھتے تو آپ کو تسلی دینے کے لیے حضرت جبرائیل تشریف لاتے اور آپ کو نبی برحق ہونے کا مژدہ جاں فزا سنا تے۔

تخریج

یہ قصہ کہ آپ ﷺ نے وحی کے منقطع ہونے کی وجہ سے شدت غم میں اپنے آپ کو کئی مرتبہ پہاڑ سے گرانے کی کوشش کی، اس کی مفصل تخریج مندرجہ ذیل ہے:

صحیح بخاری (۶۹۸۲) کے آخر میں امام زہری کا کلام فیما بلغنا کہہ کر امام بخاری نے تعلیقاً نقل کیا ہے (مسند احمد (۶/۲۳۲، ۲۳۳)، صحیح ابن حبان (۱/۶۴، ح: ۳۳)، مصنف عبد الرزاق (۵/۳۲۳)، الدلائل لابی نعیم (ص: ۶۸، ۶۹)، الدلائل للبيهقي (۱/۳۹۳، ۳۹۵)، مستخرج ابی عوانہ (۱/۲۷۴، ح: ۲۴۵)، الايمان لابن ابی منده (۲/۳۸۳، ح: ۶۸۹)

”حتیٰ حزن النبی ﷺ فیما بلغنا حزنا غدا منہ مراراً کی یتردی من رؤس شواہق الجبال۔“
اس عبارت میں ”فیما بلغنا“ کے متعلق حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ

”ثم ان القائل فیما بلغنا هو الزهري“
”فیما بلغنا کے قائل (امام) زہری ہیں۔“☆

[فتح الباری: ۱۲/۴۴۶، سطر: ۱۴۰۱۳]

معلوم ہوا کہ یہ قصہ زہری کا بیان کردہ ہے نہ کہ کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث ہے۔ حافظ ابن حجر نے واضح لکھا ہے کہ

”وهو من بلاغات الزهري وليس موصولا“

[فتح الباری: ۱۲/۴۴۶، سطر: ۱۵]

”یہ امام زہری کی بلاغات سے ہے، موصول (متصل السند صحیح) ثابت نہیں ہے۔“

شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ ① یہ قصہ مرسل اور معطل ہے۔ ② معمر (جو اپنے سے اوثق راویوں کی مخالفت کرتے ہیں) کے تفرد کی وجہ سے یہ قصہ شاذ ہے۔ کتب حدیث میں اس کی صحیح متصل سند نہیں ملتی۔ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ قصہ ثابت نہیں تو

فَلَمَّا لَحِقَ أَنْ نَقُولَ: إِنَّهَا زِيَادَةٌ مُنْكَرَةٌ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى لِأَنَّهُ لَا يَلِيقُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُحَاوِلَ قَتْلَ نَفْسِهِ بِالتَّرْدِي مِنَ الْجَبَلِ مَهْمَا كَانَ الدَّافِعُ لَهُ عَلَى ذَلِكَ وَهُوَ الْقَائِلُ: «مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا» أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ وَغَيْرُهُمَا وَقَدْ خَرَجَتْهُ فِي - [تخریج الحلال

والحرام، رقم: ۴۴۷]

”ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم کہیں کہ بے شک (اس قصہ

میں) زیادتی (جو زہری نے کہی ہے) معنی کے اعتبار سے منکر ہے کیوں کہ خود کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کا ارادہ کرنا رسول اللہ ﷺ کی شان کے لائق نہیں جو معصوم ہیں، اور آپ خود ہی تو خودکشی سے منع فرمانے والے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ”جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرنے (مارنے) کی کوشش کی پس وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ خودکشی کرتا رہے گا۔“ بخاری مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور میں نے اس کی تخریج ”تخریج الحلال والحرام، رقم: ۴۴۷“ میں کی ہے۔ [دفع عن الحديث النبوي، ص: ۳۹-۴۲، نیز دیکھیں الضعيفة: ۳/۱۶۰، ح: ۱۰۵۲]

اور مختصر صحيح بخاری للشيخ لألباني: ۵/۱ کا حاشیہ]

اس قصے کی کوئی متصل سند نہیں ہے بلکہ امام زہری سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک خلا ہے مگر امام ذہبی نے نا معلوم کیوں لکھ دیا کہ

”قال الزهري: عن عروة عن عائشة وفتري الوحي فترة حتى حزن حزنا شديدا وغدا مراراً کی یتردی من شواہق الجبال، رواه احمد في مسنده والبخاری۔“ [تاریخ الاسلام: ۱/۲۶]

”اس قصے کی جو سند امام ذہبی نے ذکر کی ہے وہ بالکل غلط ہے کیوں کہ وہ سند نہ مسند احمد میں ہے اور نہ صحیح بخاری میں (جن دو کتابوں کا انھوں نے حوالہ دیا ہے) اور نہ کسی اور کتاب میں۔ یہی بات حافظ ابن حجر نے کہی اور یہی بات شیخ البانی نے کہ اس قصے کی متصل سند نہیں ہے۔“ فافهم

مراسیل زہری کا حکم

امام زہری کی مرسل ”لیس بشیء“ ہے۔

[کتاب القراءت، ص: ۱۴۴]

امام ابن معین اور یحییٰ بن سعید بھی فرماتے ہیں:

☆.....سل الہدی والرشاد (۲/۲۷۱) میں اس قصے کو ”لفظ الزہری“ کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔

”مراسیل الزہری لیس بشیء“

روایات، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم، اور اقوال ائمہ کو بھی۔
ابوالمعمر مبارک بن احمد امام بخاری کی شرط بیان کرتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ

”مرسل الزہری شر من مرسل غیرہ“

[انہاء السکن، ص: ۳۹]

[ہدی الساری، ص: ۹، سطر: ۱۶-۱۸]

”اس (مرفوع) حدیث کی سند متصل ہو مقطوع نہ ہو۔“

کہ ”امام زہری رحمہ اللہ کی مرسل میں دوسری مراسیل سے زیادہ
شر ہے۔“ [توضیح الکلام لشیخنا محدث العصر ارشاد

الحق اثری رحمہ اللہ: ۲/ ۵۳۵، طبع دوم]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ
”صحیح بخاری صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں
کہ ان کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ
دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچتی ہیں۔ جو ان کی
عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کے راہ کے خلاف
چلتا ہے۔“ [حجۃ اللہ الباقیہ، ص: ۲۲۲، مترجم عبدالحق حقانی]

مذکورہ قصہ بھی امام زہری کی مراسیل میں سے ایک ہے۔
جب راوی بلغنی یا بلغنا کہہ کر روایت کرے تو وہ روایت معضل
ہوتی ہے۔ [مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۱۰]

یہ قصہ بھی امام زہری ”فیما بلغنا“ کہہ کر بیان کر رہے ہیں۔
اب امام زہری رحمہ اللہ کو یہ بات کس نے پہنچائی۔ امام زہری سے لے
کر رسول اللہ ﷺ تک سند کہاں ہے؟ اس کا کوئی اتا پتا نہیں۔

شاہ صاحب نے بھی بات واضح کر دی کہ
”تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔“

محترم حافظ عبدالستار صاحب کی نقل کردہ عبارت (جو مضمون
کے شروع میں منقول ہے) سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث
ہے جب کہ یہ امام زہری کا بے بنیاد، بے سند قول ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

انہوں نے معلق وغیرہ روایات صحیح بخاری کی صحیح احادیث میں
شمار نہیں کیا۔ بلکہ ان میں معلق روایات کی کئی قسمیں پائی جاتی ہیں،
ان میں بعض ضعیف بھی ہیں۔ مولانا ارشاد الحق اثری دامت برکاتہ
نے بھی لکھا ہے کہ ”امام بخاری کا مطلوب و مقصود بھی وہ معلق روایات
نہیں بلکہ ان کا مقصود وہ روایات ہیں جو انہوں نے بالاسناد ذکر کی
ہیں۔ خود کتاب کا نام ہی اسی ثبوت کے لیے کافی ہے۔“

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر یہ قول ضعیف ہوتا تو امام بخاری
اس کو اپنی صحیح میں ذکر کیوں کرتے؟ صحیح بخاری میں تو تمام احادیث
صحیح ہیں۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تدریب الراوی (ص: ۶۴) میں، حافظ
ابن حجر رحمہ اللہ نے مقدمہ فتح الباری (ص: ۱۰) میں مزید اس کی
وضاحت کر دی کہ امام بخاری کی کتاب کا موضوع تعلیقات نہیں بلکہ
مسند روایات ہیں۔ محترم شیخ صاحب نے یہ سرنی قائم کی ہے کہ
”صحیح بخاری کی مسند روایات کی صحت پر علمائے محققین کا

عرض ہے کہ صحیح بخاری کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ اس میں تمام
احادیث صحیح ہیں اس سے صرف متصل سند احادیث مراد ہیں مرسل و
معلق روایات وغیرہ۔

اب ذرا صحیح بخاری کے نام پر غور کریں: ”الجامع
الصحيح المسند من حديث رسول الله صلى الله عليه

وسلم وسننه وأيامه“۔ [ہدی السادی، ص: ۸، سطر: ۴]

امام بخاری نے تو مرفوع متصل احادیث صحیح کہا ہے نہ کہ معلق

اتفاق ہے۔“ [احادیث ہدایہ کی فنی و تحقیقی حیثیت،

ص: ۷۷، ۷۸]

قاری محمد صابر کی وفات

قاری محمد صابر (امام و خطیب موضع ہر چوکی کنگن پور ضلع قصور) گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
مرحوم جامعہ سلفیہ سے ۱۹۸۵ء میں فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ نہایت قابل و محنتی اور خاموش مبلغ دین تھے۔ جامعہ سلفیہ کے گرد و نواح میں بچوں کو تعلیم قرآن سے مشرف فرماتے رہے اور جامعہ سلفیہ کے شعبہ ناظرہ میں بھی خدمات انجام دیں۔ ان دنوں اپنے آبائی گاؤں میں عرصے سے خدمات دین میں مشغول تھے کہ وقت موعود آن پہنچا۔ قارئین سے دعائے مغفرت درخواست ہے۔

[ادارہ جامعہ سلفیہ، فیصل آباد]

امام بخاری رحمہ اللہ نے خود بھی بعض معلق روایات کو صحیح بخاری میں ضعیف قرار دیا ہے۔ مثلاً: امام بخاری نے کہا کہ

”قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: حَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مُرْسَلٌ لَا يَصِحُّ إِنَّنَا أَرَدْنَا لِلْمَعْرِفَةِ وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ - قِيلَ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ: حَدِيثُ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ؟ قَالَ: مُرْسَلٌ أَيْضًا لَا يَصِحُّ.“ [صحیح البخاری تحت

ح: ۶۴۴۳]

ایک اور مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ

”وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانٍ - وَلَمْ يَصِحْ.“ [صحیح بخاری تحت

ح: ۸۴۸۰]

یہ دونوں حوالے ہم نے اسی لیے پیش کیے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ صحیح بخاری میں تمام مرفوع، متصل، مسند احادیث صحیح ہیں مگر وہ روایات جو مرفوع، متصل السند کے علاوہ صحیح بخاری میں ہیں ان میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے [تعلیق

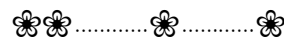
التعلیق، ہدی الساری، ص: ۱۸-۲۱، از: حافظ ابن حجر]

بعض معلق روایات کے بارے میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں خود تصریح کی ہے کہ یہ صحیح نہیں ہیں بلکہ ضعیف ہیں۔ اس ہماری گزارش سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی معلق روایت کو بھی امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہو تو اسے امام بخاری کے ذکر کرنے سے اس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا کیوں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کے نام میں شرط لگائی ہے

”المسند من حديث رسول الله وسننه وأيامه“

فافهم -

خلاصہ یہ کہ مذکورہ قصہ موضوع ہے۔



آئینی طور پر پارلیمنٹ خود مختار ادارہ ہے

عطا محمد جنجوعہ

ہے کہ یہ قانون قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔“

[نوائے وقت]

انہدامِ حدودِ بل کو جنوں یا فرشتوں نے آ کر پاس نہیں کیا۔ بلکہ اس قانون کو اس جمہوری پارلیمنٹ نے پاس کیا جس کو پاکستان کے غیور مسلمانوں نے خود منتخب کیا۔ جس میں پہلی مرتبہ علماء کو بھی موثر نمائندگی حاصل تھی اس پارلیمنٹ نے منظور کیا ”جس کی حکمرانی کے لیے متحدہ مجلسِ شدت سے مطالبہ کرتی رہی۔“

[اشارات ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۲ء]

اُس قرار دادِ مقاصد کی موجودگی میں مذکورہ قانون منظور ہوا جس کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر دینی جماعتوں نے اسلام کے نفاذ کے لیے انتخابی سیاست کو عبادت کا محور بنالیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے قائم ہونے پر علماء پھولے نہ سمائے جب کہ پارلیمنٹ نے کونسل کی منظوری کے بغیر ہی تحفظِ حقوقِ نسواں بل پاس کیا۔

مذکورہ حقائق سے بخوبی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آئینی طور پر قانون سازی میں پارلیمنٹ خود مختار ادارہ ہے اور قرآن و سنت کی حیثیت نمائشی ہے۔

جب کہ اس نظامِ حکومت میں قرآن و سنت سپریم لاء ہے جن میں ترمیم کرنے کا حق کسی صحابی کو بھی حاصل نہیں ارکانِ اسمبلی کس کھیت کی مولیٰ ہیں جنہوں نے حدود کا ترمیمی بل منظور کیا۔

قرونِ اولیٰ کے ائمہ کرام نے اپنے اپنے فہم کے مطابق

پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۱۵ نومبر ۲۰۰۶ء کو ”تحفظِ حقوقِ نسواں بل“ کے نام پر انہدامِ حدودِ اللہ کے قانون کو کثرت رائے سے منظور کیا۔ جس میں زنا بالرضا کی سزا زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید اور دس ہزار روپیہ جرمانہ مقرر ہوا۔ جب کہ ۱۶ سال سے کم لڑکی کے ہر زنا کو زنا بالجبر کا نام دے کر اس کو سزا سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ نئے قانون میں شریعت کی رو سے بیوی کی مرضی کے بغیر اس سے ”قربت“ اختیار کرنا زنا بالجبر قرار پاتا ہے۔ مزید برآں اقدامِ زنا، مبادیاتِ زنا یا بوس و کنار وغیرہ کی تعزیرات و سزائیں منسوخ کر دی گئی ہیں۔

تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے حقوقِ نسواں بل کی مذمت کی ہے۔ محترم جسٹس (ر) تفتی عثمانی، مفتی منیب الرحمن اور حافظ حسن مدنی نے نہایت علمی و تحقیقی انداز سے ثابت کیا ہے کہ اس بل کی آٹھ دفعات قرآن و سنت سے متصادم ہیں اور طریقِ کار میں اُن قباحتوں کو طشتِ ازبام کیا جن سے معاشرہ میں فحاشی کا طوفانِ بدتمیزی برپا ہوگا۔ جب کہ حکومتی ارکان کا موقف ہے کہ یہ بل کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔ ممتاز دانشور مجید نظامی نے طنزیہ انداز میں کہا:

”حدود کے واضح قانون اور اس قانون کے تحت متعین واضح

شرعی سزاؤں میں رد و بدل کرنے کے باوجود دعویٰ کیا جا رہا

قرآن و سنت سے مسائل و احکام اخذ کیے لیکن کسی امام نے اپنی فقہی آراء کو دستوری حیثیت نہ دی بلکہ ایک دفعہ عباسی خلیفہ نے ”موطا“ کو اسلامی حکومت کا دستور بنانا چاہا تو امام مالک رحمہ اللہ نے سختی سے تردید کی۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے بقول انگریزوں سے قبل سلاطین دہلی کے نظام عدل کی بنیاد قرآن و حدیث تھی۔ انگریزوں نے اپنے دور اقتدار میں کتاب و سنت کے متبادل خود ساختہ قانون متعارف کرایا۔ آزادی کے بعد بھی پارلیمنٹ کے منظور کردہ خود ساختہ دستور کے نفاذ کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ جب تابعین کے دور کے اجتہادی فیصلوں میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے تو پندرہویں صدی ہجری میں قومی اسمبلی کے ارکان کی رائے کو قرآن و سنت پر فوقیت کیوں کرتے ہیں؟

محترم مجید نظامی اعتراف کرتے ہیں:

”جنرل ضیاء الحق کے نافذ کردہ حدود آرڈی نینس میں یقیناً کچھ قباحتیں ایسی تھیں جن کی بنا پر پولیس کو بھی کھلا لائسنس ملا، اور لوگوں نے اس قانون کی آڑ میں اپنی پرانی دشمنی کے بدلے بھی چکائے۔ اس قانون میں یقیناً اصلاح کی گنجائش موجود تھی۔“ [نوائے وقت]

یہی وجہ ہے کہ پروفیسر خورشید احمد کے بقول ”گزشتہ ستائیس برسوں میں اس قانون میں کم از کم پانچ ترامیم ہوئی ہیں۔“

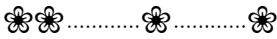
[ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۶ء]

جنرل ضیاء الحق نے حدود آرڈی نینس کو عالم اسلام کے نامور مفکرین کی آراء سے تیار کیا۔ پھر بھی اس میں قباحتیں موجود تھیں تو موجودہ قانون کے غیر اسلامی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے جس کے غیر شرعی ہونے پر تمام علمائے کرام متفق ہیں۔

تجربہ ہے کہ اس کے باوجود سیاسی علماء اور دانشور ارکان پارلیمنٹ سے قرآن و سنت کی حکمرانی قائم کرنے کی توقع رکھتے ہیں

اور جمہوری طریقہ پر بدستور قائم ہیں۔

یہ لمحہ فکر ہے کہ قرآن و سنت کے احکام کا نفاذ ارکان اسمبلی کی منظوری کا محتاج ہے متحدہ مجلس عمل کے قائدین سے ہماری گزارش ہے کہ اگر واقعی آپ کے دل میں اصلاح کا جذبہ موجزن ہے تو حکومت پر فائز عہدیداروں کو خشیت الہیہ اور اتباع رسول مقبول ﷺ کا درس دے کر روحانی انقلاب برپا کریں۔ اگر تحریک چلانا چاہتے ہیں تو یہ چلائیں کہ قرآن و سنت سپریم لاء ہے۔ پارلیمنٹ عدلیہ و انتظامیہ کے ارکان کے فیصلے اس کے تابع ہیں۔ اس کو بنیاد بنا کر اساسی نظام کی تبدیلی کے لیے جدوجہد کرو۔



مولانا محمد رمضان یوسف سلفی کو صدمہ

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی (فیصل آباد) کی خوش دامن ۲۶ جنوری ۲۰۰۷ء بروز جمعہ المبارک وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کریں۔
[محمد یاسین شاد، عبدالرحمن اسلامک لائبریری، ملتان]

”کھانے پینے کے آداب“ (پمفلٹ) حاصل کریں

مولانا عبداللہ دانش صاحب (امریکا) کی یہ ایک بہت اچھی تحریر ہے جس کو عبدالقیوم ملک صاحب نے بہترین کمپوزنگ کروا کے شائع کیا ہے۔ اس پمفلٹ کو حاصل کرنے کے لیے مبلغ چھ روپے کے ڈاک ٹکٹ اور اوپسی پتہ خوش خط تحریر کریں۔ یہ تبلیغی سلسلے کی ان کی ۱۷ اوپس کو شش ہے۔ ملنے کا پتہ ذیل میں درج ہے۔
[عبدالقیوم ملک، مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ رجسٹرڈ، اسلام آباد پارک، پونچھ روڈ۔ لاہور 54500]

ضرورت برائے ڈرائیور

ہمیں سلفی العقیدہ، پابند صوم و صلوة ڈرائیور حضرات کی فوری ضرورت ہے۔ مکمل کاغذات و معلومات کے ساتھ رابطہ کریں۔
[پروفیسر مزل احسن شیخ۔ فون: 0300-4178822]

قاری عبدالخالق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مبلغ اسلام

ابو عمر عبدالجبار ملتستانی - کراچی

شاگرد صلاح الدین بخاری کے ہمراہ عرس کے موقع پر نماز عصر سے قبل وہاں پہنچ گئے۔ بڑی مشکل سے قبر تک رسائی حاصل ہوئی جو کچھ آپ نے سن رکھا تھا اس سے کہیں بڑھ کر آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہاں بہت سے لوگ طواف میں مشغول ہیں۔ مردوں اور عورتوں کو ایک مجاور گردن سے پکڑ پکڑ کر سجدے کروا رہا تھا۔

اس کھلم کھلا کفریہ و شرکیہ مناظر کو دیکھ کر آپ کا دل ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا اور دل ملامت کرنے لگا کہ اگر آج ان بھولے بھٹکے لوگوں کو صحیح عقیدے سے آشنا نہ کیا گیا تو روز قیامت اللہ کے حضور ہمیں بھی جواب دینا پڑے گا۔ آپ ادھر ادھر چکر لگانے لگے مگر کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا کیا جائے! اتنے میں عصر کی اذان شروع ہو گئی اور نماز کے لیے مسجد میں چلے گئے اسی مسجد کے صحن میں اس مقبرے کا گنبد تھا۔ مسجد نمازیوں سے بھری پڑی تھی۔ نماز کے فوراً بعد مسجد میں قوالی کے پروگرام کا اعلان کیا گیا۔ آپ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے سلام کے فوراً بعد مسجد کے درمیانی دروازے میں کھڑے ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ میں مختصر سے وقت میں ”حضرت ابوالعلاء صاحب“ کے فضائل بیان کروں گا اس کے بعد آپ قوالی کے پروگرام کو سنیں۔ چنانچہ آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد توحید پر تقریر شروع کی اللہ نے آپ کی مدد فرمائی۔ قرآن وحدیث کے دلائل کے انبار لگا دیے۔ لوگ نہایت سکون کے ساتھ ہمہ تن گوش تھے یہاں تک کہ مغرب کی اذان کا وقت ہو گیا۔ قوالی کا پروگرام منسوخ ہو گیا۔ قوالی گانے والے میراثی شور مچانے لگے لوگوں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ مغرب کی نماز کی امامت کے لیے لوگوں نے آپ کو آگے کر دیا۔

حضرت مولانا قاری حافظ عبدالخالق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۳۰ دسمبر ۲۰۰۶ء کو کراچی میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت قاری صاحب کے والد گرامی برصغیر کے منفرد عالم دین حضرت مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت قاری صاحب ایک بہترین قاری قرآن، محب قرآن وسنت، مبلغ و مقرر اور بے باک خطیب تھے۔ دعوت وتبلیغ کے جذبے سے یہ ہمیشہ سرشار رہتے تھے۔ اُجلا لباس، صاف وستر اداغ رکھتے اور ہم دردی ومحبت سے پیش آتے تھے۔ غریبوں، یتیموں، بے آسرا یتیموں کی ہمیشہ امداد کرتے تھے۔ پوشیدہ طور پر ضرورت مندوں کی ضرورتوں سے باخبر رہتے ہوئے انھیں پورا فرماتے تھے۔

قاری صاحب جہاں غریبوں و یتیموں کے سروں پہ ہاتھ رکھتے تھے وہاں ایک بے مثال خطیب اور جذبہ تبلیغ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ رسوم و رواج، خلاف قرآن وسنت امور اور مسلک اہل حدیث کی حقانیت ان کے خاص موضوعات ہوتے تھے۔ ان کی زندگی کے چند واقعات سپرد قلم کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

①..... آگرہ (انڈیا) میں ایک بزرگ ابوالعلاء کا مقبرہ ہے جو خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے بعد دوسرا بڑا مرکز ہے۔ اس بزرگ کے سالانہ عرس کے موقع پر مختلف مقامات سے لوگ وہاں آکر حاضری دیتے ہیں اور اپنے زعم میں حج کا سہاں پیدا کرنے کا کہتے ہیں۔ مزار کو عرق گلاب سے غسل دیا جاتا ہے، اس کا طواف ہوتا ہے اور بھی دوسرے شرکیہ اعمال بہ کثرت ہوتے ہیں۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب کچھ سن رکھا تھا اور اپنے دل میں کڑھتے رہتے تھے۔ ایک بار اپنے

نماز سے فارغ ہوتے ہی آپ نے لوگوں سے کہا کہ ”حضرت صاحب“ کے کچھ فضائل باقی رہ گئے ہیں وہ بھی سنتے جائیں۔ پھر آپ نے اللہ کی وحدانیت اور شرک کی مذمت پر مدلل تقریر کی۔ لوگ غلط عقائد اور کفریہ نظریات سے توبہ توبہ کرنے لگے اور اپنے موحد ہونے کا عہد کیا اس توحیدی ماحول اور گفتگو کی تاب نہ لا کر ”انٹرنیشنل ٹیلیو اور مجاوروں“ نے چھروں اور ڈنڈوں سے مسلح ہو کر قاری صاحب پر حملہ کر دیا۔ اللہ کا کرنا ہوا کہ اس موقع پر کچھ نامعلوم لوگوں نے قاری صاحب کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا جس کی وجہ سے آپ ان کے حملوں سے محفوظ رہے، اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو قبر کے عقب میں موجود گٹر نما ایک بڑے نالے میں داخل کر دیا گیا جس کو آپ نے سمٹ سمٹ کر پار کیا۔ باہر نکل کر آپ کو پہاڑیاں نظر آئیں ان کو پار کر کے آپ سڑک پر پہنچے پھرتانگے میں سوار ہو کر آپ اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے، آپ کا شاگرد بھی ساتھ تھا۔ اُدھر بدعتی مجاور حضرات سخت حیران و پریشان تھے کہ آپ کہاں غائب ہو گئے؟

②..... ایک دفعہ ملتان کے شیعہ حضرات نے توحید کے نام پر ایک کانفرنس کا اہتمام کیا اور اس میں تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ شیعوں نے توحید کے بارے میں بتایا کہ بختن پاک کا دامن تھام لو، بریلویوں نے کہا دنیا کو قبروں میں سوئے ہوئے ”اولیاء“ کے حوالے کر دو، دیوبندیوں نے کہا کہ اس کی تکمیل کے لیے تقلید ائمہ کا ہونا ضروری ہے۔ اس موقع پر اہل حدیث جماعت نے مطالبہ کیا کہ ہمارے مقرر کو اختتامِ جلسہ پر تقریر کی اجازت دی جائے۔ نہایت رڈ وکد کے بعد انھوں نے یہ مطالبہ مان لیا۔ علمائے اہل حدیث اس موقع پر کافی تعداد میں آئے ہوئے تھے سب خلوص دل سے دعا کر رہے تھے کہ اسی دوران قاری صاحب نے عقیدہ توحید پر تقریر شروع کی اللہ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور تقریباً قریباً ایک پاؤ پارہ کے قریب دل نواز آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ اللہ نے اس موضوع سے متعلق ایسی آیات آپ کے ذہن میں ڈال دیں کہ ان آیات مبارکہ نے مخالفین کے خود ساختہ غلط عقائد کا استیصال کر رکھا دیا۔

آپ کو اپنی جانب سے کچھ نہ کہنا پڑا اور اس بات پر پابندی تھی کہ ایسی کوئی بات نہ کی جائے جس سے دوسرے مکتب فکر کی دل آزاری ہو۔ سامعین کی اکثریت قبر پرستی اور غلط عقائد و نظریات سے توبہ کرنے لگی اور

ساری زندگی عقیدہ توحید پر قائم رہنے کا وعدہ کیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ یہ جلسہ حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے سامنے ایک بڑے میدان میں ہوا تھا، اس جلسے میں نہ کوئی ہنگامہ ہوا اور نہ ہی مخالفت۔ اس موقع پر ممتاز خفی عالم دین مولانا خیر محمد جالندھری مرحوم نے اختتامِ جلسہ پر کہا کہ اس جلسہ کی کامیابی کا سہرا اہل حدیث ”لونڈے“ کے سر پر بندھ گیا۔

③..... قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حرم پاک کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو وہاں ممتاز سعودی عالم الشیخ عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ہفتہ میں تین دن حرم شریف میں لاؤڈ اسپیکر پر خطاب کی اجازت دے دی۔ وہاں عام طور پر علماء مغرب کے بعد خطاب کیا کرتے تھے۔ آپ نے اس وقت کو موزوں نہ سمجھا کیوں کہ اس وقت لوگوں کا رش بہت ہوتا تھا اور دوسرے ممالک سے آئے ہوئے لوگ جمع ہو جاتے تھے آپ نے عشاء کے بعد کا وقت منتخب کیا۔ اس وقت حرم میں رش کم ہو جاتا تھا۔

خطبہ مسنونہ کی آواز سنتے ہی اردو خواں طبقہ آپ کی طرف رخ کرتا اور اس طرح ایک عظیم اجتماع ہو جاتا۔ دوسری زبان کے لوگ بھی جمع ہو جاتے اور لوگ دلجمعی کے ساتھ آپ کی تقریر سنتے ایک ہفتہ کے بعد ایک افریقی تاجر جو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں روزانہ تقریر سنتے آتا تھا مجمع کے وسط میں کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ہم کئی دنوں سے آپ کا خطاب سن رہے ہیں آپ چوں کہ خالصتاً کتاب و سنت پر مبنی گفتگو کرتے ہیں اس لیے اس کا ایک ایک لفظ ہمارے دلوں میں اتر جاتا ہے۔ مگر ایک مسئلہ یہ ہے کہ آپ نماز پڑھتے ہوئے رفع الیدین کرتے ہیں جب کہ ہم نہیں کرتے۔ گزارش یہ ہے کہ کیا بغیر رفع الیدین کے نماز ہو جاتی ہے؟ اس پر قاری صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ ہم اہل حدیث ہیں اور سنت کے مطابق نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ تو ہم آپ کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جو خلاف سنت پڑھتے ہیں۔ آپ اپنے سوال کو ذرا سا سیدھا کریں اور صرف یہ دریافت کریں کہ کیا رفع الیدین کا ثبوت احادیث میں ہے یا نہیں؟ ان شاء اللہ ہم آپ کے سامنے پچاس کے قریب صحیح و مرفوع احادیث پیش کریں گے۔ اس پر وہ بولا کہ کیا ہم حنفیوں کے پاس عدم رفع پر کوئی حدیث موجود نہیں؟ تو قاری صاحب نے جواب دیا کہ اگر میں اس بارے میں کچھ کہوں گا تو گلہ ہوگا۔ یہاں حرم

پاک میں اطراف و اکناف سے علمائے احناف تشریف لائے ہوئے ہیں آپ ان کی خدمت میں جائیے اور عدم رفع پر صرف ایک صحیح مرفوع حدیث لے کر آئیں۔ میں یہاں بیت اللہ میں بیٹھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ ہزاروں اہل حدیث حضرات سمیت رفع الیدین ترک کر دوں گا اور آپ کا مسلک قبول کر لوں گا۔ دوسرے دن ایک وفد ترتیب دیا گیا جس میں مختلف ممالک کے لوگ شامل ہوئے یہ وفد سب سے پہلے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (پنڈی والے) کے پاس یہ سمجھ کر گیا کہ یہ پاکستان کے بہت بڑے عالم دین ہیں یہ ہماری رہنمائی کریں گے۔ ان لوگوں نے جب ان سے عدم رفع پر حدیث طلب کی تو وہ آگ بگولہ ہو گئے اور غصے سے فرمایا کہ میں حنفی ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع الیدین درست نہیں ہے جاؤ مجھ سے بات نہ کرو! لوگوں نے کافی اصرار کیا لیکن مولانا نے کوئی جواب نہ دیا۔ لوگ مایوس ہو کر واپس چلے آئے پھر یہ لوگ ممتاز عالم دین مفتی سیاح الدین کا کاخیل کی خدمت میں گئے۔ ان سے عدم رفع پر حدیث طلب کی گئی تو مفتی صاحب نے جواب دیا کہ اللہ کے گھر میں اس قسم کی باتیں نہیں کیا کرتے۔ اراکین وفد نے اصرار کیا کہ اگر جس جگہ سے دین نکلا ہے وہاں بھی تحقیق نہ کریں تو کیا کریں۔ لیکن مفتی صاحب جواب دیئے بغیر چلے گئے۔ اس کے بعد وفد عرب حنفی علماء کے پاس گیا۔ سب نے یہی جواب دیا کہ تم حنفی ہو تم رفع الیدین نہ کرو، اہل حدیث عامل بالحدیث ہیں وہ کریں۔ وفد سارا دن گھوم پھر کر بے نیل و مرام واپس لوٹا۔ رات کو جب عشاء کے بعد یہ لوگ قاری صاحب کی مجلس میں حاضر ہوئے تو قاری صاحب نے پوچھا کہ اگر صحیح و مرفوع حدیث لانے میں کامیاب ہو گئے ہو تو پیش کرو۔ آپ نے بار بار ان سے مطالبہ کیا مگر وہ خاموش رہے۔ تو قاری صاحب نے جوش میں آ کر فرمایا کہ ساری دنیا کے حنفی علماء جمع ہو جائیں تو پھر بھی حدیث نہیں پیش کر سکتے۔

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اب لیجیے! رفع الیدین کی احادیث باحوالہ سنتے جائیے اور اپنے مسلک کی حقانیت پر اللہ کا شکر ادا کیجیے۔ پھر آپ نے اتباع سنت پر مدلل تقریر کی جس سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا اور تقلید کی ضلالتوں سے نجات پائی۔

جب آپ منی میں ٹھہرے تو بہت سے افراد ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم نے کافی علماء کو ٹھولا مگر ان کے علم نے ہماری رہنمائی کرنے سے انکار کر دیا اور ہم نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا ہے۔ ہمارے لیے استقامت کی دعا فرمائیں اور ہم اپنے ملکوں میں جا کر اس مسلک حقہ کی تبلیغ کریں گے۔ ان شاء اللہ

اس وفد کے ایک رکن حاجی نور محمد فیصل آبادی تھے، جنہوں نے تحقیق کر کے مسلک اہل حدیث قبول کیا اور کافی لوگوں کو دعوت دے کر اہل حدیث کیا۔ انھوں نے دوران طواف مفتی سیاح الدین صاحب کا کاخیل کو پکڑ لیا اور دریافت کیا کہ اگر رفع الیدین وغیرہ کے نہ کرنے کا کوئی ثبوت ہو تو بتادیں۔ حاجی صاحب کہتے ہیں کہ میں حیران ہوا جب مفتی صاحب نے جواب دیا کہ جب میں تنہائی میں نماز پڑھتا ہوں تو رفع الیدین کرتا ہوں اور سنت کے مطابق نماز پڑھتا ہوں۔ حاجی صاحب نے کہا مجھے اجازت دیں کہ میں اہل حدیث ہو جاؤں۔ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ اہل حدیث ہو جاؤ۔

اللہ اللہ! اس تبلیغی مساعی پر قارئین سے درخواست گزار ہوں کہ حضرت قاری صاحب کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں، اور اپنے سچے مسلک پر کاربند رہنے کی استقامت کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کریں کہ اس نے ایک صحیح مسلک سے ہمیں نوازا ہے۔



حکیم مولانا بشیر احمد اعوان کی وفات

مولانا حکیم بشیر احمد صادق اعوان ۲۳ جنوری ۲۰۰۷ء بروز منگل وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم اوکاڑا کے ممتاز عالم دین تھے۔ خاموش طبع اور کم گو تھے۔ حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کی تمام عمر اصلاح و تربیت میں گزری۔ نماز جنازہ حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے پڑھائی، سینکڑوں افراد شریک ہوئے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

[محمد محمود علوی، خطیب ۱۲۔ ون آراؤکاڑا]

گزر رہی ہے صبا بوئے زلفِ یار لیے
 مہک اٹھی ہے فضا رنگِ نو بہار لیے
 وہ اپنے چہرے سے پردے کو خود اٹھا دیں گے
 انھیں تلاش کرو چشمِ اشکبار لیے
 عجب ہیں ہم تو عجب تر ہے ہر روش اپنی
 سکون بانٹتے ہیں قلبِ بے قرار لیے
 نہ فکرِ دنیا نہ عقبی کا خوف ہے دل کو
 کہ ہم نے عشق میں دونوں جہاں سنوار لیے
 نہ کیوں ہو اس کی چمک آفتاب سے بڑھ کر
 ہے عاشقوں کی جبیں خاک پائے یار لیے

[حضرت قاری نعیم الحق نعیم]